ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

25

www.tanzeem.org

18 تا 24 رجب المرجب 1432ھ/ 21 تا 27 جون 2011ء

اس شمارے میں

افواجِ پاکستان کے نام!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کو چھوڑ دو!

دیوار کیا گری مرے......

انقلابِ نبویؐ میں معجزوں کا عمل دخل نہیں

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ فیصل آباد
علماء کرام اور رفقاء تنظیم سے ملاقاتیں

موجودہ جمہوریت یا حقیقی انقلاب

ایک لاکھ نومسلم گورے

رویۂ زندگی

ایمان کی حقیقت اسلامی رویۂ زندگی اور کافرانہ رویۂ زندگی کو شروع سے آخر تک بالکل ایک دوسرے سے جدا کر دیتی ہے۔ مسلم جو صحیح معنی میں خدا پر ایمان لایا ہو، اپنی زندگی کے ہر شعبے میں خدا کی مرضی کا تابع بن کر کام کرتا ہے اور اس کے رویہ میں کسی جگہ بھی خودمختاری کا رنگ نہیں آنے پاتا۔ الّا یہ کہ عارضی طور پر کسی وقت اس پر غفلت طاری ہو جائے اور وہ خدا کے ساتھ اپنے معاہدۂ بیع کو بھول کر کوئی خودمختارانہ حرکت کر بیٹھے۔ اِسی طرح جو گروہ اہل ایمان سے مرکب ہو وہ اجتماعی طور پر بھی کوئی پالیسی، کوئی سیاست، کوئی طرز تمدن و تہذیب، کوئی طریق معیشت و معاشرت اور کوئی بین الاقوامی رویہ خدا کی مرضی اور اس کے قانون شرعی کی پابندی سے آزاد ہو کر اختیار نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی عارضی غفلت کی بنا پر اختیار کر بھی جائے تو جس وقت اسے تنبّہ ہوگا اسی وقت وہ آزادی کا رویہ چھوڑ کر بندگی کے رویہ کی طرف پلٹ آئے گا۔ خدا سے آزاد ہو کر کام کرنا اور اپنے نفس و متعلقات نفس کے بارے میں خود یہ فیصلہ کرنا کہ ہم کیا کریں اور کیا نہ کریں، بہرحال ایک کافرانہ رویۂ زندگی ہے۔ خواہ اس پر چلنے والے لوگ ''مسلمان'' کے نام سے موسوم ہوں یا ''غیر مسلم'' کے نام سے۔

تفہیم القرآن
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الھدیٰ (469)

سورۃ یونس

(آیات: 9 تا 14)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهۡدِیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِیۡمَانِهِمۡ ۚ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ۝٩ دَعۡوٰىهُمۡ فِیۡهَا سُبۡحٰنَكَ
اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمۡ فِیۡهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعۡوٰىهُمۡ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝١٠ وَ لَوۡ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَیۡرِ لَقُضِیَ
اِلَیۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ ؕ فَنَذَرُ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ۝١١ وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ
فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ یَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلۡمُسۡرِفِیۡنَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝١٢ وَ لَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ
قَبۡلِكُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ مَا كَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ۝١٣ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی
الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ۝١٤

"(اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے (ایسے محلوں کی) راہ دکھائے گا (کہ) ان کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ (جب وہ) ان میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول (یہ ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی حمد (اور اس کا شکر) ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں تو ان کی (عمر کی) میعاد پوری ہو چکی ہوتی۔ سو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور) اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔ اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو ان کے اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں۔ اور تم سے پہلے ہم کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم اختیار کیا ہلاک کر چکے ہیں۔ اور ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا، تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔"

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کا رب اُن کے ایمان کے باعث اُن کو نعمتوں والے باغوں میں پہنچا دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہاں پر وہ اللہ سے دعائیں کرتے رہیں گے۔ گویا اُن کی مناجات جنت کے اندر بھی جاری رہے گی۔

وہ کہیں گے، اے اللہ تو ہر عیب، ہر ضعف، ہر نقص سے پاک ہے۔ تو ہر احتیاج سے منزہ، مبرا، اعلیٰ اور ارفع ہے اور اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کو greeting کرتے رہیں گے۔ اس طرح ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی اور ان کی دعا اور مناجات کا اختتام ہمیشہ ان الفاظ پر ہوگا کہ کل حمد، کل تعریف، کل ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی برائی اور شر میں اتنی ہی جلدی کرتا جتنی کہ وہ خیر میں چاہتے ہیں، تو ان کی مہلت کبھی کی پوری ہو چکی ہوتی۔ آدمی جلد باز واقع ہوا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ جو بھی کام کر رہا ہے اس کا نتیجہ جلدی سے نکل آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو بڑا حلیم ہے۔ وہ ہمارے اچھے اعمال کا بدلہ بھی وقت آنے پر دے گا اور برائیوں اور گناہوں کی سزا دینے میں بھی وہ جلدی نہیں کرتا۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملاقات کے امیدوار نہیں ہیں، چھوڑ دیں گے یعنی ڈھیل دیں گے تاکہ وہ اپنی سرکشی کے اندر اندھے ہو کر بڑھتے چلے جائیں۔ یہ شانِ استغنا کا اظہار ہے کہ جو ہم سے ملنا نہیں چاہتے، ہمیں ان سے کیا دلچسپی ہے؟ ہم اُن سے ملاقات کے خواہاں نہیں۔ اب ہمیں ان کی طرف کوئی التفات نہیں۔

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پہلو کے بل لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے۔ اور جب ہم اُس سے اُس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں پھر وہ ایسے چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا، اور اُسے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ یعنی مشکل میں ہمیں پکارا اور جب آسانی ہوئی تو ہمیں بھول گیا۔ اس طرح ان حد سے بڑھنے والوں کے اعمال کو مزین کر دیا گیا ہے۔ یعنی ان کے اندر اتنی ڈھٹائی ہو گئی ہے کہ ہم ذرا تکلیف دے دیں تو ہمیں گڑگڑا کر پکارتے ہیں، پوری پوری رات دعائیں مانگتے ہیں اور جب وہ تکلیف رفع ہو جائے تو ہمیں ایسے بھول جاتے ہیں جیسے جانتے ہی نہ ہوں۔

اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی نسلوں اور قوموں کو ہلاک کیا جب انہوں نے گناہ کی روش اختیار کی، اور ظلم کا رویہ اپنایا۔ اور ان کے پاس بھی ہمارے رسول واضح تعلیمات لے کر آئے تھے لیکن وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لائیں۔ اسی طرح ہم مجرموں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔

پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جانشین بنا دیا، تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ یعنی یہ دنیا کی زندگی انفرادی سطح پر بھی آزمائش ہے اور قومی سطح پر بھی۔ بقول شاعر ؎

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

انفرادی طور پر ہر شخص کے لیے امتحان کا دورانیہ 60، 70 سال ہے۔ اسی طرح امتوں اور قوموں کو طویل وقت دیا جاتا ہے۔ اور جب وہ سرکشی سے باز نہیں آتیں تو انہیں عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

18 تا 24 رجب المرجب 1432ھ جلد 20
21 تا 27 جون 2011ء شمارہ 25

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افواجِ پاکستان کے نام!

افواجِ پاکستان کے لیے بدترین وقت 1971ء کا وہ سانحہ تھا جب ایک فوجی حکمران کے عہد میں پاکستان شکست وریخت سے دوچار ہوا۔ فوجی سطح پر یہ ایک معمولی شکست نہیں تھی بلکہ کسی فوج کو جو بدترین انداز میں شکست ہوسکتی تھی وہ ہوئی یعنی وہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ پاکستان کی فوج نے اپنے بدترین، ازلی اور پیدائشی دشمن کے سامنے ہتھیار پھینکے۔ پاکستان کو 1971ء کے بعد بھی بعض صدمات برداشت کرنے پڑے۔ ایسے مواقع پر لیڈران نے جوشِ خطابت میں اور لکھاریوں نے اپنی تحریر کو مزین کرنے کے لیے یقیناً یہ لکھا کہ یہ صدمہ یا یہ سانحہ کسی طرح 1971ء کے سانحے سے کم نہ تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ 1971ء سے بدتر سانحہ کا وقوع پذیر ہونا ممکن ہی نہیں۔ ایک ملک دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ ہمیں اُس ہندو کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے جسے ہم دن رات بزدلی کے طعنے دیتے تھے۔ طنزیہ قہقہوں میں یہ نغمہ بکھیرا جاتا تھا کہ 'جنگ کھیڈ نہیں ہوندی زنانیاں دی' (یعنی جنگ کرنا عورتوں کے بس کی بات نہیں) پھر فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ ٹائیگر نیازی اپنی بیلٹ کھول کر اور اپنا خالی پستول جنرل اروڑا کو پیش کر رہا تھا۔ یہ ایک عظیم حادثہ تھا۔ قوم دھاڑیں مار مار کر روئی۔ مال روڈ پر لوگوں نے اپنے سر دیواروں کو مارے، اُس وقت فوج پر تنقید ہوئی، عوامی سطح پر برا بھلا کہا گیا، بعض مواقع پر آوازے کسے گئے، لیکن پاکستان کی تاریخ کے اس عظیم ترین حادثہ پر بھی فوج پر تنقید شدت اور طوالت کے حوالہ سے اتنی نہ تھی جتنی تنقید آج ہو رہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا پر پاکستان کے کسی بھی ادارے پر آج تک اتنی شدید اور برہنہ تنقید نہیں ہوئی جتنی فوج پر ہو رہی ہے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ 2 مئی اور 22 مئی کے واقعات یقیناً انتہائی سنگین تھے اور وہ افواجِ پاکستان کے کسی نہ کسی شعبہ یا شعبہ جات کی غفلت، نااہلی اور مکمل ناکامی کے منہ بولتا ثبوت تھے۔ اس کے باوجود ہمارے لیے انتہائی حیران کن بات ہے کہ جس ادارے کے تقدس کو 1971ء جیسا سانحہ کوئی بہت بڑی زک نہ پہنچا سکا اور جو ماہ مئی سے پہلے تک ایک بار پھر مقدس گائے کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اس سے پہلے اول تو کسی میں ہمت نہ تھی کہ کوئی اُس پر میڈیا میں تنقید کرے، اگر کبھی کبھار کوئی ہلکی پھلکی بات ہو بھی جاتی تھی تو فوج اور آئی ایس آئی کا نام لینے کی بجائے اسٹیبلشمنٹ اور حساس اداروں جیسے الفاظ کی آڑ لے کر کی جاتی تھی۔ ہم کسی پر کوئی الزام نہیں لگاتے، لیکن اس حقیقت کو کس طرح نظر انداز کر دیں کہ جونہی امریکہ اور افواجِ پاکستان کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوا افواجِ پاکستان پر الیکٹرانک میڈیا کے قریباً تمام نیوز چینل ٹوٹ پڑے۔ جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا ہو یا لاوا پھٹ پڑا ہو۔

اب ہم افواجِ پاکستان سے براہِ راست مخاطب ہوتے ہیں کوئی مانے نہ مانے یا ہم پر کسی قسم کا فتویٰ صادر کر دیا جائے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری افواج پاکستان کی جغرافیائی حفاظت اور سلامتی کے بارے میں مخلص بھی ہیں اور Dedicated بھی۔ یہاں تک کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا کہ ان کے سر پر تحفظ پاکستان کا جنون سوار ہے۔ لیکن صاف سیدھی اور کھری بات ہے کہ اس حوالہ سے انتہائی مخلص بلکہ جنونی ہونے کے باوجود افواجِ پاکستان ماضی میں نہ صرف یہ کہ ملک کی خودمختاری اور سرحدوں کی حفاظت میں ناکام رہیں بلکہ ان کی اپنی عزت اور توقیر کی الیکٹرانک میڈیا پر دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں اور فوج بے بس نظر آ رہی ہے۔ یہاں تک کہ کور کمانڈرز کانفرنس کے اختتام پر انتہائی محتاط انداز میں کسی فوجی دبدبہ کے بغیر جو اعلامیہ جاری کیا گیا ٹی وی اینکرز نے اُسے بھی چٹکیوں میں اُڑا دیا۔ کیا کبھی کوئی تصور کر سکتا تھا کہ ایک این جی او کی سربراہ خاتون

ٹی وی چینل پر ہاتھ جوڑ کر کہے گی کہ فوجیو! ہماری جان چھوڑ دو۔ پھر یہ کہ یا پاکستان بچالو یا فوج بچالو۔ آپ الیکٹرانک میڈیا اور بعض سیاسی اور غیر سیاسی شخصیات پر ایک چھوڑ درجنوں الزامات لگا دیں۔ آیئے فرض کرلیں کہ آپ کے تمام الزامات صدفی صد درست ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وجہ کچھ بھی ہو آپ اپنی عزت اور ملک کی خود مختاری کے تحفظ میں ناکام تو ہوئے ہیں، یہ سب کے سامنے ہے اور اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صورت حال کو exploit کیا جارہا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ افواجِ پاکستان کو یہ دن کیوں دیکھنے پڑے؟ ہم ایک مثال سے بات سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ اور وہ یہ کہ آپ کو ایک درخت سے بڑی محبت ہے، آپ اس کے تنے، اُس کی شاخوں اور پھل کی بڑی محنت، توجہ اور اخلاص سے حفاظت کررہے ہیں، لیکن اُس کی جڑوں سے لاتعلق ہیں اور جس زمین پر وہ کھڑا ہے اُسے آپ نظرانداز کررہے ہیں، تو ساری محنت سارے خلوص کے باوجود انجام کیا ہوگا وہ نوشتہ دیوار ہے۔ ظاہر ہے بات آپ پر واضح ہوگئی ہوگی کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے، اسی کی نظریاتی سرحدوں کو نظرانداز کرکے اس کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت ناممکن ہے۔ خدارا! اس کو مولویوں کی بات کہہ کر نظرانداز نہ کریں۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ وہ اسلام جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) ''اللہ کے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ دین ہے۔'' ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) ''بے شک ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔'' ذرا سوچیے، کیا اللہ کسی سے عزت کروانے کا محتاج ہے؟ اُس کے دین کو عزت دینا اور اُسے قائم کرنا درحقیقت مطلوب ہے۔ اپنے انجام سے بے خبر لوگ کہتے ہیں کہ ستاون مسلم ممالک میں سے پاکستان پر ہی فرض ہے کہ وہ دین نافذ کرے۔ اس کے دو جواب ہیں: پہلا یہ کہ دنیا کے کسی اور مسلمان ملک کا مطلب ''لاالٰہ الا اللہ'' نہیں بتایا گیا تھا، کسی نے آزادی سے پہلے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ایک آزاد خطہ عطا فرمادے، ہم اُس میں تیرا پسندیدہ دین اسلام نافذ کریں گے اور دوسرا یہ کہ باقی ستاون مسلم ممالک کی دنیا میں کونسی عزت ہے؟ ہمیں اللہ اور اُس کے دین سے غداری کی سزا مل رہی ہے اور پاکستان میں چونکہ فوج بلاشبہ مضبوط ترین، انتہائی طاقتور اور منظم ادارہ ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حکومت فوجی آمر کی ہو یا جمہوری سیاسی، پاکستان میں قوت کا اصل سرچشمہ فوج رہی ہے۔ لہٰذا زیادہ ذمہ داری بھی فوج کی ہے۔ ہم یہاں ایک وضاحت کردیں کہ پاکستانی فوج کو اسلامی سپاہ بنانے کا ہرگز ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر مسلموں سے، چاہے وہ بھارت ہو یا امریکہ، جنگ چھیڑ دیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آغاز سے ہی فوجی جوانوں کی تربیت اسلامی بنیادوں پر کی جائے۔ پریڈ ہو یا نہ ہو نماز سے غفلت پر کورٹ مارشل ہو۔ فوجیوں کے مختلف کورسز میں قرآن اور حدیث کی تعلیمات بھی ایک لازمی حصہ ہوں۔ اندرونِ ملک معاملہ ہو یا بیرونی ممالک سے تعلقات، سب فیصلے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیے جائیں گے، بالفاظ دیگر امورِ سلطنت میں قرآن وسنت کو مکمل بالادستی حاصل ہوگی۔ اور ہم یہ تجویز کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے کہ جس طرح بدقسمتی سے ترک فوج کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ مانیٹر کرے گی کہ ملک کو سیکولرازم کی بنیادوں پر چلایا جارہا ہے یا نہیں۔ آپ اگر پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے بھی محافظ بن جائیں تو آپ کے لیے خوش بختی کا معاملہ ہوگا۔ ہمیں یقینِ واثق ہے ایسی صورت میں بھی اگرچہ افواجِ پاکستان کو گھوڑے تیار رکھنے کی ذمہ داری خود ہی نبھانا ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ لیکن پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کا ہی نہیں آپ کی عزت اور توقیر کا محافظ بھی اللہ ربّ العزت بن جائے گا۔ ان شاءاللہ۔ یاد رکھیے وہ اسباب کا محتاج نہیں بلکہ مسبب الاسباب ہے۔ وما علینا الا البلاغ

پریس ریلیز: 10-جون 2011ء

امریکی امداد جتنی فوج کے لیے ضرر رساں ہے اس سے کہیں بڑھ کر سیاسی حکومت اور عوام کے لیے نقصان دہ ہے

حافظ عاکف سعید

اہلِ پاکستان کے لیے وہ عید کا دن ہوگا جب امریکہ سے امداد لینی بند کردی جائے گی۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ کور کمانڈرز کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ امریکی امداد فوج کی بجائے سیاسی حکومت لے اور عوام کی فلاح کے لیے خرچ کرے۔ ہماری رائے میں یہ امداد جتنی فوج کے لیے ضرر رساں ہے اس سے کہیں بڑھ کر سیاسی حکومت اور عوام کے لیے نقصان دہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک امداد کا یہ سلسلہ بند نہیں کیا جائے گا پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوسکے گا اور نہ ہی ہم امریکی دباؤ سے نکل سکیں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کے حوالہ سے واشگاف الفاظ میں کیوں نہیں کہا جاتا کہ فوج ایسا کسی بھی صورت میں نہیں کرے گی، کیونکہ پہلے ہی فوجی آپریشن ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاچکے ہیں۔ اور بے شمار معصوم لوگ ان آپریشن میں ہلاک کردیے گئے۔ انھوں نے کراچی میں رینجرز کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے نوجوان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ملک بھر میں ایسے ہزاروں واقعات ہوچکے ہیں اس واقعہ کی فوٹیج جاری ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کے سامنے یہ ظلم آگیا۔ اُنھوں نے کہا کہ بہت ہوچکی، اب اپنوں پر ظلم وتشدد کا یہ سلسلہ بند کرنا ہوگا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ امریکہ سے ناتا توڑ کر اللہ سے رشتہ جوڑیں تاکہ دنیا وآخرت میں سرخرو ہوسکیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

اے اہل ایمان!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کو چھوڑ دو!

سورۂ آل عمران کی آیات 130 تا 136 کی روشنی میں ایمان افروز خطاب

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 10 جون 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۂ آل عمران کے چودھویں رکوع کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ آج کے جمعہ کے لیے میں نے اِن آیات کا انتخاب اس لیے کیا کہ ہماری مسجد کے ایک نمازی بہت عرصے سے مجھ سے یہ فرمائش کر رہے تھے کہ میں سود کے حوالے سے گفتگو کروں، کیونکہ اس بارے میں ذہنوں میں بہت سے مغالطے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ سود مرکب (compound interest) تو حرام ہے، لیکن سود کی دوسری شکلیں جیسے مفرد سود وغیرہ حرام نہیں ہے۔ اِسی طرح کاروباری معاملات میں آپ کہیں کوئی رقم انوسٹ کرتے ہیں اور کسی سے طے کرتے ہیں کہ اتنے فی صد رقم ہر ماہ یا سال مجھے دیتے جائیں، یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور یہ صورتیں اُس سود کی نہیں ہیں، جس کے بارے میں قرآن حکیم میں بہت سخت احکامات آئے ہیں۔

آیئے، ان آیات کا مطالعہ کریں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠﴾

''اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔''

لفظ ''ربا'' کے معنی ''سود'' کے ہیں۔ ''اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً'' کے لیے بہت سے الفاظ آئے ہیں۔ بڑھتا چڑھتا، دوگنا چوگنا۔ ایک زمانے میں "usury" کا تصور تھا۔ بنیا کسی کو قرض دیتا اور بروقت ادائیگی نہ ہو پاتی تو وہ شرح سود بڑھا کر قرض کی مہلت میں اضافہ کر دیتا۔ پھر ہر دفعہ یہ شرح بڑھتی چلی جاتی۔ اِسی کو سود مرکب (compound interest) کہتے ہیں۔ یہاں سود کے بارے میں ابتدائی حکم آیا ہے کہ دوگنا چوگنا سود مت کھاؤ، سود کے بارے میں آخری حکم سورۃ البقرہ میں ہے، جہاں سود کی قطعی حرمت آ گئی، اور یہ واضح ہو گیا کہ سود کی ہر شکل حرام ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ سود کسی بھی شکل میں ہو اُسے چھوڑ دو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر تمہارے خلاف اللہ اور اُس کے رسولؐ کا اعلان جنگ ہے۔ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ﴾ (البقرہ: 278، 279) ''مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے (تیار ہوتے ہو)''۔ تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عرب معاشرے میں صرف سود مرکب ہی موجود نہ تھا، سود کی دوسری شکلیں بھی موجود تھیں، اسلام نے اِن سب کو حرام قرار دے دیا۔ موجودہ بنکاری نظام یہود کی ایجاد ہے۔ یہ نظام سود کی بنیاد پر کھڑا ہے۔ جب یہ نظام نیا نیا آیا تو بنک کے سود کو انٹرسٹ کا نام دیا گیا، ورنہ سود کو "usury" کہا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں جب بنک کے سود کا معاملہ سامنے آیا تو عام طور پر یہ سمجھا گیا کہ یہ کوئی اور شے ہے۔ یہ وہ سود نہیں جس کی شناعت اور حرمت قرآن میں آئی ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے بھی شروع میں یہ فتوے دیئے کہ بنک انٹرسٹ ربا نہیں ہے، لیکن پھر جب اُن پر اس کی حقیقت کھلی اور ہمارے ہاں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو جدید معاشیات کے بھی ماہر تھے اور اسلامی معاشیات پر بھی اُن کی گہری نظر تھی تو یہ بات واضح ہو گئی کہ بنک انٹرسٹ بھی ''ربا'' ہے۔ ہمارے ہاں اسی حوالے سے 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آیا، جس میں بنک انٹرسٹ کو ''ربا'' قرار دیا گیا، اور ہدایت کی گئی کہ حکومت سودی نظام کا خاتمہ کر کے اسلامی مالیات کی بنیاد پر غیر سودی مالیاتی نظام وضع کرے۔ اِس فیصلے کے خلاف یو بی ایل نے سپریم کورٹ کے شرعی اپیلٹ بنچ میں اپیل دائر کی۔ ایک عرصے تک یہ معاملہ سرد خانے میں پڑا رہا۔ 1998ء میں یہ مسئلہ دوبارہ اُٹھا۔ اپیلٹ بنچ میں اِس پر مفصل بحث ہوئی، جس کے بعد بنچ نے شرعی عدالت کے فیصلہ کو برقرار رکھا اور قرار دیا کہ بنک انٹرسٹ بھی ''ربا'' ہے۔ ہمیں ہر قسم کے سود سے بچنا ہے، چاہے سود مرکب ہو، سود مفرد ہو، چاہے کاروباری سود ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾﴾

''اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم نجات حاصل کرو۔''

ہمارا تصور کامیابی کیا ہے؟ یہ کہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ منافع ملے۔ سب سے بہتر کاروبار وہ سمجھا جاتا ہے کہ جس میں منافع کی شرح زیادہ دکھائی دے، اثاثے بڑھنے کا امکان نظر آئے۔ آج کے مسلمان کا حال یہ ہے کہ آخرت کو ماننے کے باوجود اُس کا یقین بھی دنیا پر ہے۔ وہ بھی کافروں کی طرح دنیا ہی کو اصل کامیابی سمجھتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ لیکن اللہ نے فرمایا کہ میرا تقویٰ اختیار کرو۔ اِسی میں تمہاری فلاح اور کامیابی کا راز ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ گناہوں کی آلودگی سے اپنے آپ کو بچانا۔ یہ خیال رکھنا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اور مرنے کے بعد ایک روز اُس کے حضور مجھے اپنے چھوٹے بڑے تمام اعمال کا جواب دینا ہے۔ لہٰذا میں اللہ کی

نافرمانی سے بچوں۔ جو کام شریعت میں ممنوع ہیں یا اللہ کو ناپسند ہیں، ان سے اجتناب کروں۔ جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا، یہ دیکھتے ہوئے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اگرچہ اس میں بہت فائدے ہیں، مگر اس میں حرام کی آمیزش بھی ہے، اُسے چھوڑ دے گا، تاکہ اللہ کی پکڑ سے بچ سکے، اللہ اُسے ایسے ذرائع سے رزق پہنچائے گا جس کا اُس کو کوئی گمان بھی نہ ہوگا۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ﴾ (الطلاق 3،2) ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے (رنج ومحن سے) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو۔''

اللہ مسبب الاسباب ہے۔ وہ کسی شے یا سبب کا پابند نہیں۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے، ساری بات یقین کی ہے کہ ہم کامیابی کسے سمجھ رہے ہیں۔ آیا اس بات کو کہ دنیا میں ہمارا بنک بیلنس زیادہ ہو جائے، ہمیں ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں حاصل ہو جائیں یا یہ کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم تقویٰ کی زندگی گزار کر آخرت میں سرخرو ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے کئی مقامات پر یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ جنت اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ یوں تو ہم سب جنت کے امیدوار ہیں، بلکہ اسے اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں مگر اللہ نے یہ بات کھول کر بیان کر دی ہے کہ جنت میں میرے وہ بندے جائیں گے جو تقویٰ کی صفت سے متصف ہوں گے۔

اگلی آیت میں انذار آخرت کا بیان ہے:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ١٣١﴾

''اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

آگے تقویٰ کا تقاضا بیان کیا جا رہا ہے کہ

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ١٣٢﴾

''اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ایمان والو! تم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، یعنی اُن کے احکامات پر چلو۔ سودی کاروبار میں، بنک کی ملازمت میں تمہیں دنیاوی فائدہ نظر آتا ہے، بظاہر مستقبل بڑا روشن دکھائی دیتا ہے، کیریئر کے حوالے سے بڑے خوشنما امکانات نظر آتے ہیں، لیکن یہ حرام ہے، اِسے چھوڑ دو۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کے راستے پر چلو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر رحم کیا جائے گا۔ تم اللہ کے رحمت کے مستحق ہو گے۔

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ١٣٣﴾

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

یہ آیت بڑی عجیب ہے۔ اس میں جنت کے حصول کے لیے ترغیب دی جا رہی ہے۔ دیکھئے، ایک ہی چیز کو بیان کرنے کے دو انداز ہیں: ایک ترغیب اور دوسرا ترہیب۔ جب آپ ایک بچے سے کہتے ہیں کہ بیٹے، پڑھائی میں بھرپور محنت کرو۔ اس سے تمہارا مستقبل سنور جائے گا۔ یہ ترغیب کا انداز ہے۔ ترہیب کا انداز یہ ہے کہ اگر تم نے محنت نہ کی، وقت ضائع کر دیا تو پھر تمہارا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ تمہاری مثال ایک بھنگی کی سی ہو جائے گی، جو گھروں کے باہر جھاڑو دے رہا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ایمان باللہ اور فکر آخرت کے لیے اِن دونوں اسالیب کو اختیار کیا ہے۔ جنت کی ترغیب بھی دی ہے، اور جہنم کے خوفناک عذاب سے ڈرایا بھی ہے۔ تاکہ لوگ اسلام پر چل کر اُخروی فوز فلاح سے ہمکنار ہو سکیں۔ اگرچہ سچے اہل ایمان کے لیے اصل جذبہ محرکہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہمارا محسن ہے۔ اُس نے ہمیں شرف انسانیت بخشا۔ اُس کے انعامات واحسانات اتنے زیادہ ہیں کہ ہم گن بھی نہیں سکتے۔ وہ تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ جو بھی حسن اور خوبی نظر آتی ہے اُس کا منبع اور سرچشمہ اُسی کی ذات ہے۔ سب سے زیادہ محبت کے لائق اُسی کی ہستی ہے۔ مجھے اُسی کی بندگی اور غلامی کرنی ہے، اُسی کے اشارے پر چلنا ہے۔ میں اُس کی ناراضی ہرگز مول نہیں لے سکتا۔ جب محبوب حقیقی کا یہ تصور ذہن میں ہوگا تو ہر وقت یہ فکر دامن گیر ہو گی کہ مجھے اپنے ہر عمل سے اللہ کو راضی کرنا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ قرآن حکیم میں جنت کی ترغیب اور جہنم کی ترہیب کا انداز اس لیے اپنایا گیا ہے تاکہ ہر طرح کی ذہنی سطح کے لوگ اپنے احوال کی اصلاح کر سکیں، اور نتیجتاً اُخروی خسارے سے بچ سکیں۔ قرآن میں بار بار دوزخ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یوں اس بات سے ڈرایا جاتا ہے کہ اگر تم اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر، قرآن وسنت کے راستے پر نہیں چلو گے تو تمہارا انجام بدترین اور انتہائی ہولناک ہوگا۔ دوسری طرف جنت اور اُس کی نعمتوں کے حصول کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یعنی تم دنیا میں ایک بہتر مستقبل کے طلب گار ہوتے ہو، خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہو، خیالی جنت میں رہتے ہو کہ یہ مل جائے اور وہ مل جائے۔ اگر واقعی تمہیں بہتر مستقبل کی طلب ہے تو پھر اُس جنت کے لیے محنت اور کوشش کرو، جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ تم پانچ مرلے یا پانچ کنال کے مکان کے لیے ہلکان ہوتے پھرتے ہو، جبکہ اللہ نے تمہارے لیے وہ عظیم الشان جنت تیار کی ہے جس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ایک حدیث کے مطابق ایک درجے کا جنتی اپنے سے اوپر والے درجے کے جنتی کو یوں دیکھے گا جیسے زمین پر بیٹھ کر انسان ستاروں کو دیکھتا ہے۔ محنت اور مقابلہ کرنا ہے تو اس جنت کے لیے کرو۔ ٹارگٹ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کو نہ بناؤ، جنت کو بناؤ۔ اِس جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ نے یہ جنت اصحاب تقویٰ کے لیے تیار کی ہے۔ اس جنت کے حصول کے لیے تمہیں تقویٰ والی زندگی گزارنی ہوگی۔ حلال وحرام میں تمیز کرنی ہوگی۔ جائز وناجائز کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ جنت یونہی حاصل نہیں ہو جائے گی۔

قرآن جب یہ کہتا ہے کہ جنت میں متقین داخل ہوں گے، تو اس سے فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ متقی کون لوگ ہوتے ہیں؟ اِن کے اوصاف کیا ہیں؟ قرآن نے اِن اوصاف کا کئی مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔ یہاں بھی اہل تقویٰ کے کچھ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ﴾

''جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔''

متقین کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ خوشحالی ہو یا تنگدستی، بہر حال اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے، جس نے منزل دنیا کو نہیں آخرت کو بنایا ہو، وہ تو یہی چاہے گا کہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کے بنک میں اپنا سرمایہ جمع کروں، تاکہ مجھے وہاں صلہ ملے۔ ہمارے ہاں سرمایہ دار طبقہ اپنا سرمایہ بیرونی بنکوں میں اسی لیے جمع کراتا ہے کہ یہاں پاکستان میں حالات غیر یقینی ہیں، کسی بھی وقت یہاں سے جانا پڑ سکتا ہے، لہٰذا جب باہر جانا پڑے تو وہاں ہمارا سرمایہ پہلے سے موجود اور محفوظ ہو۔ بہر حال پاکستان سے باہر کوئی جا سکے یا نہ جا سکے اور بیرونِ پاکستان کسی کا سرمایہ محفوظ رہے نہ رہے اِس دنیا سے آخرت کو تو بہر صورت جانا ہے۔ وہاں ہر شخص کو نیکیوں کے سرمائے کی ضرورت ہوگی۔ وہاں کوئی بھی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ وہاں دنیا کا مال کام نہ دے گا، ہاں جس نے اپنے مال کو اللہ کے لیے خرچ کیا، اسے اس کا بھرپور بدلہ ملے گا۔

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾

''اور غصے کو روکتے ہیں۔''

متقین کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ غصہ کو پی جانے والے ہیں۔ غصہ انسان کی طبیعت کا حصہ ہے۔ یہ صفت ہر شخص میں ہوتی ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ غصہ کا آنا معیوب بات نہیں۔ خرابی تب پیدا ہوتی ہے، جب آدمی غصے میں اپنے آپ کو بے لگام چھوڑ دے۔ کیونکہ پھر وہ شیطان کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ یہ جو آئے روز خبریں آتی ہیں کہ چند روپوں کے لیے ایک شخص قتل ہوگیا، یہ قتل چند روپوں کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ غصہ کے بے لگام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب تنازع بڑھ جائے، غصہ پر قابو نہ رہے تو آدمی کچھ بھی کرسکتا ہے۔ پھر زبان سے وہ کچھ نکلتا ہے کہ آدمی اُس پر ساری عمر بھی پچھتاتا رہے تو اس کا ازالہ نہیں ہوتا۔ آدمی غصہ سے مغلوب ہوکر دوسروں کو جان سے محروم کردیتا ہے۔ غصہ کے بے قابو ہونے کے اثرات کئی نسلوں تک پہنچتے ہیں۔ اللہ سے ڈرنے والے بندے اپنے آپ پر کنٹرول رکھتے ہیں، وہ اپنے نفس کو بے لگام نہیں چھوڑتے۔ اس لیے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو اِس سے بہت سے فسادات پھیلتے اور تباہی آتی ہے۔ ایک صحابیؓ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: ((لَا تَغْضَبْ)) ''غصہ نہ کیا کرو۔'' اُس نے پھر کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: ((لَا تَغْضَبْ)) ''غصہ نہ کیا کرو۔'' اُس نے تیسری مرتبہ پھر یہی سوال کیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا: ((لَا تَغْضَبْ)) ''غصہ نہ کیا کرو۔'' آپؐ مزکی تھے۔ آپؐ نے محسوس کیا کہ سوال کرنے والے میں سب سے بڑی خرابی غصہ ہے۔ لہٰذا بار بار پوچھنے پر غصہ سے منع فرماتے رہے۔ اِسی حوالے سے وہ حدیث بھی سامنے رہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں مخالف کو پچھاڑ دے، بلکہ اصل پہلوان اور زورآور وہ شخص ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے۔

﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط﴾

''اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔''

متقین کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو معاف کردیتے ہیں۔ عفو و درگزر ایک بہت اعلیٰ اخلاقی وصف ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ اگر ایک شخص کے ساتھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی کرنے والے کو معاف کردے تو یہ اُس کی عظمت کی دلیل ہے۔ اُس نے عفو کا راستہ اختیار کرکے معاشرہ میں محبت کے بیج بوئے ہیں۔ یہ بات بھی واضح ہوجائے کہ معافی یہ نہیں کہ ہم بدلہ لینے پر قادر نہ ہوں، پوری کوشش کی ہو کہ کسی طرح بدلہ لے لیں، مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی ہو، عدالتوں کے چکر لگائے ہوں، مگر وہاں بھی شنوائی نہ ہو تو آخر میں یہ کہہ دیں کہ ہم نے معاف کردیا نہیں، یہ معافی نہیں ہے۔ معافی یہ ہے کہ انسان بدلہ لینے پر قدرت رکھتا ہو، لیکن پھر بھی بدلہ نہ لے۔

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾﴾

''اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

درجۂ احسان یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو معاف کردے۔ جس شخص کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو، اگرچہ شریعت اُسے یہ حق دیتی ہے کہ وہ زیادتی کا بدلہ لے۔ وہ اتنی زیادتی کرسکتا ہے جتنی اُس کے ساتھ ہوئی ہے۔ قصاص اُس کا حق ہے۔ وہ اس کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہوگی تو اِسے یہ حق ضرور ملے گا، ہاں اگر اسلامی حکومت نہ ہوگی تو پھر تو وہی ہوگا جیسا ہمارے ہاں ہو رہا ہے کہ راہ چلتے شخص کو رینجر والے ہلاک کردیں، اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ اسلام میں اس طرح کے ماورائے عدالت قتل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ محض شک کی بنیاد پر کسی کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ شک کا فائدہ تو ملزم کو دیا جائے گا۔ جو شخص کسی کو قتل کردے یا کوئی اور زیادتی کرے اُس کو پوری پوری سزا ملے گی۔ افسوس کہ ہمیں اسلامی نظام عدل پسند ہی نہیں، ہمیں تو یہی انگریزوں کا فرسودہ نظام عزیز ہے۔ بس یہ چلتا رہنا چاہیے، چاہے خلقِ خدا ظلم و ناانصافی کے عذاب میں گرفتار ہو۔ چاہے روزانہ لوگ قتل ہو رہے ہوں، ڈرون حملوں میں بے گناہ مارے جاتے ہوں، ہزاروں لوگ ماورائے عدالت جیلوں میں سڑ رہے ہوں۔ یہ تو کوئی نظام نہیں، یہ تو اندھیر نگری ہے۔ بہرحال اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو، اُسے اس زیادتی کا بدلہ دلوائے۔ یہ قانون قصاص ہے۔ لیکن اس سے اوپر ایک درجہ احسان ہے کہ آپ حق قصاص کو چھوڑ دیں، زیادتی کرنے والے کو معاف کردیں۔ عفو و درگزر سے معاشرے میں بہت خوشگوار فضا پروان چڑھتی ہے۔ اللہ کو ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو دوسروں کو معاف کردیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح کردی جائے کہ مجرم کی معافی کا حق صرف اُس شخص کو حاصل ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، یا مقتول ہونے کی صورت میں اُس کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہے۔ یہ حق حکمران (صدر یا وزیراعظم) کو حاصل نہیں، جیسا کہ ہمارے ہاں صدر کو سزا کی معافی کا اختیار حاصل ہے۔

اگلی آیت ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص﴾

''اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔''

متقین کا ایک اور وصف گناہوں پر استغفار اور فوراً توبہ کرنا ہے۔ گناہ اور خطا سے کوئی بھی شخص پاک نہیں۔ انسان سے کمی کوتاہی ہو ہی جاتی ہے۔ یہاں فرمایا کہ متقین سے اگر کوئی فحش کام ہوجائے یا وہ گناہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک مرتبہ غلط راستے پر پڑ گئے تو پھر اُسی پر چلتے رہیں۔ نہیں، بلکہ انہیں فوراً احساس ہوتا ہے کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے، اور وہ اللہ کی جناب میں پلٹتے ہیں، استغفار کرتے ہیں، استغفار کے کلمات ادا کرتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، پروردگار کو راضی کرنے کے لیے مختلف اعمال انجام دیتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ص قف﴾

''اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون کرسکتا ہے؟''

کسی کو بھی اختیار نہیں کہ کسی کا گناہ معاف کردے۔ یہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ وہی گناہوں کا معاف کرنے والا ہے۔ اگر توبہ سچی ہو اور گناہ کے فوراً بعد احساس ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ گناہ کو معاف فرمادیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا کہ ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾﴾ ''اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد توبہ کرلیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔''

﴿وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾﴾

''اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔''

اہل تقویٰ اپنے کسی غیر شرعی عمل پر اڑے نہیں رہتے۔ یہ نہیں کہ استغفار بھی کر رہے ہوں اور گناہ کا ارتکاب بھی ہو رہا ہو، بلکہ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر ایک انسان کی قوتِ ارادی کمزور ہے۔ وہ گناہ سے فی الواقع سچی توبہ کرتا ہے مگر پھر اس میں ملوث ہوجاتا ہے، تو اگر سچے جذبے سے توبہ کرے گا تو اللہ پھر معاف فرمادے گا۔ لیکن یہ نہ ہو کہ پہلے دن سے ہی نیت میں کھوٹ ہو۔ زبان سے تو ہم استغفار کرتے رہیں، مگر بُرے عمل پر بھی ڈٹے ہوئے ہوں۔ اُس کی اصلاح نہ کریں، تو یہ توبہ ہے ہی نہیں۔

(باقی صفحہ 11 پر)

دیوار کیا گری مرے خستہ مکان کی

محمد سمیع

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

دیوار کیا گری مرے خستہ مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لئے

آج ہمارا وطن اس شعر کی تعبیر بنا ہوا ہے۔ شاعر کا مکان تو کچا تھا۔ لہٰذا اس کی دیوار اگر گر پڑی تھی تو یہ کوئی غیر متوقع بات نہیں تھی۔ غریبوں کے گھروں کے دیواریں گرتی ہی رہتی ہیں، اور شاعر بھی بالعموم غریب ہی ہوتے ہیں۔ جبھی تو غالبؔ نے کہا تھا کہ ؎

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

لیکن وطن عزیز کو کم از کم کچے مکان سے تشبیہہ تو ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ ایک وہ وقت تھا جب مملکت خداداد پاکستان ایٹمی قوت نہیں بنا تھا لیکن اسے اسلام کا قلعہ کہا جاتا تھا۔ ایٹمی قوت بننے کے بعد تو اسے محاورتاً ہی نہیں بلکہ اصلاً اسلام کا قلعہ بن جانا چاہئے تھا۔ لیکن ڈالرز کی چمک نے اسے آج امریکہ کی چراہ گاہ بنا دیا ہے۔ پہلے تو لوگوں کی بادہ نوشی کا یہ حال تھا کہ کہا کرتے تھے کہ ؎

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

اب ڈالر پرستی کا یہ حال ہے کہ کک بیکس، کمیشنز اور نہ جانے کن کن مدات میں ڈالر حاصل کئے جاتے ہیں اور قوم کے خزانے پر ڈاکے سے حاصل شدہ ملینز اور بلینز ڈالرز کو غیر ملکی بینکوں میں ذخیرہ کیا جاتا ہے اور اس کے باوجود کہ جس ملک پر یہ لوگ حکمرانی کا حق رکھتے تھے وہ معاشی طور پر دیوالیہ ہو رہا ہے اور جس کے نتیجے میں یہ مکان ایسا خستہ ہوا کہ اِس کی دیوار گر گئی جس سے ہمارے دشمنوں کو اِس کے صحن سے رستے بنانے کا موقع مل گیا۔ لیکن کیا مجال کہ وہ بیرون ملک جمع شدہ رقوم کو اپنے ملک واپس لائیں۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں جو ایسے لوگوں کو ووٹ دے کر اپنے سروں پر مسلط کرتے رہتے ہیں۔

بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے لیکن اپنے ملک کی تاریخ کے تجزیئے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسے اس کے ازلی دشمن بھارت نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا امریکہ نے پہنچایا ہے، لیکن ہمارے حکمران ہیں کہ اس کی غلامی میں اس حال کو پہنچ چکے ہیں کہ ؎

آشیاں جل گیا گلستاں لٹ گیا
ہم قفس سے نکل کر کدھر جائیں گے
اتنے مانوس صیاد سے ہوگئے
اب رہائی ملے گی تو مر جائیں گے

1971ء میں یہ گلستاں لٹا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اس گلستان میں رہے سہے آشیاں بھی جل رہے ہیں، لیکن ہمیں کیا، ہمیں ڈالرز ملتے رہنے چاہئیں۔ گو کہ اس گلستان کو لوٹنے میں بھارت پیش پیش تھا، لیکن وہ اس لوٹ مار میں شریک ہونے کی جرأت بھی نہ کر سکتا اگر اس وقت کی دو سپر طاقتیں اس کی پشت پر نہ ہوتیں۔ اگر آج 2 مئی کے شرمناک واقعہ کے بعد وہ اُسی طرح بھڑک مارنے لگا ہے جس طرح وہ پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے فوری قبل مارنے لگا تھا تو اس کی وجہ بھی وہی ''سیاں بھیئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا'' والی صورتحال ہے۔

ہمارا وطن ایٹمی قوت ہونے کے باوجود کچے مکان کی تصویر کیوں پیش کر رہا ہے۔ اس کی اصل وجہ تو اس کی سیاست میں بار بار فوجی مداخلت ہے، لیکن ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اِس کا موقع طالع آزما فوجی جنرلوں کو کس نے فراہم کیا۔ ہمارے سول حکمران اور اپوزیشن لیڈران اس کے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے اپنا کردار دیانت داری کے ساتھ ادا نہیں کیا، الا ماشاء اللہ۔ اب تو ان کے لئے ''دیانت دار'' کی بجائے ''بدعنوان'' کی اصطلاح زیادہ فٹ ہوتی ہے۔ چوکیدار نے اس گھر کے مکینوں کی نااہلی کی بناء پر اس قلعے میں دراڑیں ڈالیں تا آنکہ آج یہ قلعے کی بجائے کچا مکان بنا ہوا ہے۔ دنیا کی ساری ایجنسیوں کے اہلکاروں اور ان کے اندرونی ایجنٹوں نے اس مکان کے صحن میں راستے بنا لئے ہیں۔ نام نہاد طالبان، شدت پسندوں اور دہشت گردوں کی آڑ میں ان ایجنسیوں اور ان کے مقامی آلہ کاروں کی سرگرمیوں کے نتیجے میں ہمارا وطن مقتل بنا ہوا ہے۔ اور ان کے پشتیبان عالمی دہشت گردان کی سرگرمیوں کو بنیاد بنا کر اور اپنے ملک اور اس کے شہریوں کے لئے خطرہ قرار دے کر ''ڈو مور'' کی قوالی میں مصروف ہے۔ گویا کہ چور مچائے شور والا منظر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمارے حکمران اس صورتحال کو سمجھنے سے قاصر ہیں، لیکن ہوس اقتدار اتنی بری شے ہے کہ بھلے اس کے نتیجے میں ملک جو دولخت تو ہو ہی چکا، لخت لخت بھی ہو جائے، دنیا اسے دہشت گردوں کی جنت قرار دے، کچھ بھی ہو جائے ان کا اقتدار سلامت رہنا چاہئے۔

لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے حکمران کیا یہ نہیں سوچتے کہ اگر خاکم بدہن ملک ہی سلامت نہ رہے تو وہ حکمرانی کہاں اور کس پر کریں گے۔ حالانکہ سوال کرنے والے پرویز مشرف کو نہیں دیکھتے جس کے کرتوتوں کے نتیجے میں ملک آج گرداب میں پھنسا ہوا ہے لیکن وہ امریکہ اور برطانیہ وغیرہ میں عیش کرتا پھر رہا ہے۔ کل کو خدانخواستہ یہ ملک نہ رہا تو جن کی اولاد اور دھن دولت بیرون ملک میں ہیں، وہ اپنا بریف کیس اٹھا کر چل دیں گے۔ بھگتنا تو عوام کو ہی پڑے گا۔ آج بھی تو عوام ہی بھگت رہے ہیں۔ عوام تو امریکہ اور اپنے حکمرانوں کے درمیان ہمیشہ سینڈوچ بنے رہتے ہیں۔ قبائلی علاقے، سوات جیسے بندوبستی علاقے یا بلوچستان اور دیگر مقامات کے عوام ہوں، سب ایک طرف اپنی فوج کا ہدف بنے ہوئے ہیں، دوسری طرف ڈرون حملوں میں بھی وہی مارے جا رہے ہیں۔ خودکش حملے ہوں یا بم دھماکے، ان کا نشانہ بھی عوام ہی بنتے رہتے ہیں۔

مشرقی پاکستان آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ بنگلہ دیش بن گیا، رقبے کے لحاظ سب

سے بڑا صوبہ بھی اسی راہ پر گامزن نظر آ رہا ہے۔ عالمی قوتیں پاکستان کو عرب کی خلیجی ریاستوں کے مانند چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنی روش بدلنے کو تیار نہیں۔ سیاستدان ہمیشہ کی طرح سیاسی جوڑ توڑ میں مصروف ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں کو ان کی کاشت کردہ فصل نے اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ آج وہ اپنی نااہلی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے موجودہ حکمران فوج کو حکومت کے زیر اثر ادارہ قرار دے کر اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور آج جب ان پر برا وقت آن پڑا ہے تو اس کی ایجنسیوں کے خلاف شوروغوغا کرنے میں مصروف ہیں۔ اس فوج کے خلاف جو ایک طرف اندرونی اور بیرونی خطرات ہی سے نہیں نمٹتی بلکہ زلزلے اور سیلاب جیسی قدرتی آفات میں قوم کی پشت پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ مشرقی پاکستان میں شکست کی بھی ساری ذمہ داری فوج پر ڈال دی گئی، حالانکہ ذوالفقار علی بھٹو جیسے سیاستدان اس معاملے میں پیش پیش تھے۔ آج ملک کو اس بدترین صورتحال تک پہنچانے میں مرکزی کردار پرویز مشرف کا تھا لیکن اِس ضمن میں عوامی حکومت کا کردار بھی کم گھناؤنا نہیں۔ موجودہ حکومت کو بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اب تک پالیسی سابقہ حکومت ہی کی چل رہی ہے، لیکن بریفنگ فوج اور اس کی ایجنسیوں سے لی جا رہی ہے۔ ہمارے مفاد پرست، موقع پرست اور بدعنوان سیاستدان بھول چکے ہیں کہ ایک دن انہیں اللہ کے حضور جواب دینا ہے۔ اگر انہیں یہ بات یاد رہتی تو آج مملکت خداداد پاکستان واقعتاً اسلام کا قلعہ ہوتا، کچے مکان کا منظر پیش نہ کر رہا ہوتا، جس کے صحن سے بیرونی قوتوں اور ان کے اندرونی ایجنٹوں نے راستے نہ بنا لئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوستوں اور دشمنوں کی تمیز اور اس ملک کو اسلام کا قلعہ بنانے کے لئے یہاں نظام خلافت کا قیام عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

خلافت فورم

خروٹ آباد میں ایف سی اور کراچی میں پاکستان رینجرز نے کس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے؟

کیا فوج میں احتساب کا کوئی نظام نہیں آخر فوج میں اپنی سطح پر ایکشن کیوں نہیں لیا جاتا؟

کور کمانڈر کانفرنس کے اعلامیے پر تبصرہ؟

شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کا قطعی فیصلہ ہو چکا یا نہیں؟

ڈرون حملوں اور بم دھماکوں میں پاکستانی عوام کچلے جا رہے ہیں۔ کیا ہمیں افغان مسئلے کے حل کے بعد امن نصیب ہوگا؟

اسامہ کی موت کے بعد امریکہ کا افغانستان میں رہنے اور طالبان سے جنگ کا کوئی جواز ہے؟

کیا پاکستان میں تمام برائیوں کی جڑ صرف فوج ہے؟

کیا آپ کو افغان جنگ کے نتیجے میں اس علاقے میں کسی خیر یعنی نفاذِ اسلام کے امکانات نظر آتے ہیں؟

ان سوالات کے جواب کے لیے تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "**خلافت فورم**" میں دیکھئے

تجزیہ کار: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی) میزبان: **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

نیوز آف دی ویک

خبر "پاکستان کی 75 فیصد امریکی امداد مشروط کر دی گئی"

تبصرہ: بالشویک انقلاب کو برپا ہوئے چند سال گزرے تھے۔ جرمنی مغربی اور مشرقی جرمنی میں تقسیم ہو چکا تھا۔ مشرقی جرمنی سے ایک موٹا تازہ کتا مغربی جرمنی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اُس کی ملاقات اُس علاقہ کے ایک کتا سے ہوئی۔ مغربی جرمنی کے کتے نے اُس سے پوچھا کہ تمہاری صحت اتنی اچھی ہے۔ ظاہر ہے تجھے کھانے پینے کو خوب ملتا ہے، پھر ہمارے علاقے میں آنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔ مشرقی جرمنی کا کتا آہ بھر کر کہنے لگا یہ درست ہے، وہاں کھانے پینے کی کمی نہیں لیکن بھونکنے کی چونکہ اجازت نہیں تھی اس لیے مجبوراً ادھر آنا پڑا۔ امریکی امداد حاصل کر کے ہمارا معاملہ مشرقی جرمنی کے کتے سے بالکل مختلف ہے۔ ہم بھونک خوب سکتے ہیں لیکن صرف اپنوں پر، کاٹ ضرور سکتے ہیں لیکن صرف اپنوں کو اور وہ خود مختاری مرحومہ جو کبھی ہمیں بڑی عزیز تھی، اُس کی وفات پر واویلا کر سکتے ہیں۔ ابھی لوگ ہم سے تعزیت کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم اُس بے چاری کے مردہ جسم کو مزید گہرائی میں اتارنے کے حکم پر عملدرآمد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہاں البتہ اِس مردے کا ایک منفرد معاملہ ہے یہ کم بخت مشروط امداد بھی بند ہو جائے تو مردے کے زندہ ہونے کا معجزہ رونما ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم ہو سکتا ہے!!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

انقلابِ نبویؐ میں معجزوں کا عمل دخل نہیں!

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

اپنے خطبۂ ثانی کے بارے میں مجھے خاصا اطمینان ہے۔ بحمد اللہ، میں نے اپنا مافی الضمیر صحیح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ختم نبوت کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ پر نبوت و رسالت اختتام کو پہنچ گئی اور دوسرے، آپ ﷺ پر ہدایت کی تکمیل ہو گئی۔ ختم نبوت کے پہلو سے حضور ﷺ کی اصل فضیلت تکمیل نبوت و رسالت میں ہے یعنی آپؐ پر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اس پہلو کو ختم نبوت کی دلیل کے طور پر استعمال نہیں کیا۔ تکمیل نبوت و رسالت کے دو مظاہر ہیں: الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق (یعنی کامل نظام زندگی)۔ کار رسالت کے حوالے سے آپؐ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں تھی کہ دین کو پہنچا دیں، بلکہ یہ بھی آپؐ کی ذمہ داری تھی کہ اس دین کو قائم کر کے دکھائیں۔ گویا آپ کا مشن ایک انقلابی مشن تھا۔ تیسری چیز جس میں آج اضافہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شخصیت میں نبوت و رسالت کے کامل ہونے کے ساتھ انسانیت بھی اپنی معراج کو پہنچ گئی۔ آپؐ پر بشریت کی بھی تکمیل ہو گئی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے تاریخ انسانی کا جو عظیم ترین انقلاب برپا کیا وہ محض انسانی محنت، مشقت، ایثار و قربانی، صبر و مصابرت، استقامت و مقاومت کی بنیاد پر برپا کیا۔ اس میں معجزوں کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ نہیں ہوا کہ بھوک لگی ہو تو اللہ نے من و سلویٰ اتار دیا ہو۔ جب پیاس لگی تو اُس نے ایک چٹان سے بارہ چشمے جاری کر دیئے ہوں۔ سمندر سامنے آیا تو باذن الٰہی اُسے ایک عصا کی ضرب سے پھاڑ دیا گیا ہو۔

حضور ﷺ نے اسلام کے غلبہ کے لیے جس طور سے عظیم جدوجہد کی اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان میں کیا کچھ رکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے 23 سال کے قلیل عرصے میں خالصتاً انسانی بنیادوں پر تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا فرمایا۔ اِس راہ میں آپؐ کو سخت ترین صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں کہ وہ تکلیفیں جو تمام انبیاء و رسل کو اُٹھانی پڑی ہیں، وہ ساری میں نے تنہا اُٹھائیں۔ غور کیجیے، طائف کے دن آپؐ کے ساتھ کیا ہوا؟ شعب ابی طالب میں آپؐ نے کس طور سے بھوک پیاس کے ساتھ 3 سال کی قید اور سماجی بائیکاٹ برداشت کیا۔ یہ وہ قید نہیں جو ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ ہمیں تو جیل میں قید کے دوران کھانا ملتا ہے، لیکن وہاں تو آپؐ اور آپؐ کے خاندان کو کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ آپؐ کا ٹوٹل سماجی بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ آپؐ کے ساتھ میدان احد میں کیا ہوا؟ خندق کی کھدائی کے دوران آپؐ کی یہ حالت تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے پیٹوں پر ایک پتھر باندھ رکھا تھا تو آپؐ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

یہ بات کہ آپؐ کے انقلاب میں معجزوں کا عمل دخل نہیں، بہت سے لوگوں کو اچھی نہیں لگے گی۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لفظ ''معجزہ'' کے معنی ہیں عاجز کر دینے والی شے۔ معجزہ وہ دلیل ہے جس کے بعد انکار کرنا ممکن نہ رہے۔ معجزہ یا تو لوگوں کے مطالبے پر دکھایا جاتا ہے یا پھر اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا: اے صالحؑ! اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو دُعا کرو کہ ہمارے سامنے یہ جو چٹان ہے، اس میں سے ابھی ایک گابھن اُونٹنی برآمد ہو جائے۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے چٹان سے ایک گابھن اونٹنی برآمد ہو گئی۔ یہ مطالبہ پر معجزہ دکھانے کی مثال ہے۔ رسول کے اپنے دعوے کی صداقت کے طور پر معجزہ پیش کرنے کی ایک مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو اپنی قوم سے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے آیات (نشانیاں) لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا، آپ کیا نشانیاں لائے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ سانپ بن گیا۔ اسی طرح اپنا ہاتھ بغل میں دے کر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکتا ہوا روشن ہو گیا۔ یہ معجزات گویا اپنے دعویٰ کے ثبوت کے طور پر ہیں۔ ان دونوں معانی میں حضور ﷺ کا کوئی معجزہ نہیں۔ یہاں تک کہ قرآن حکیم میں ایک مقام ایسا بھی ہے جس کو پڑھتے ہوئے میں لرز جاتا ہوں۔ ایک موقع پر حضور ﷺ کے اپنے دل میں خواہش پیدا ہو گئی کہ کوئی معجزہ دکھا ہی دیا جائے، تاکہ ان کم بختوں کا منہ بند ہو جائے۔ اس لیے کہ سردارانِ قریش کہہ رہے تھے کہ ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے، یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہر رواں کر دے، یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا اللہ اور فرشتوں کو رو در رو ہمارے سامنے لے آئے، یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اُتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ اس پر اللہ کی طرف سے جواب آیا:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾50 (العنکبوت)

''اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔''

میں نے تو دعویٰ رسول ہونے کا کیا، خدا ہونے کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ یہ معجزات اللہ کے اختیار میں ہیں۔ میں اپنے اختیار سے کوئی چیز نہیں دکھا سکتا۔ اس حوالے سے ایک واقعہ بھی آتا ہے، جس سے کپکپی طاری ہوتی ہے۔ آپؐ کا ایک پھوپھی زاد بھائی تھا، جو آپؐ کے ساتھ

رہتا تھا اور آپؐ کی سپورٹ کرتا تھا۔ وہ ایمان تو نہیں لایا تھا لیکن آپؐ کے ساتھ تعاون کرتا تھا، جیسے ابوطالب آپؐ کی حمایت کرتے تھے۔ جس محفل میں کفار نے آپؐ سے معجزہ لانے کا مطالبہ کیا، اُس محفل میں آپؐ کا یہ پھوپھی زاد بھائی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا، محمدؐ آج تمہاری قوم نے تم پر حجت قائم کردی ہے۔ اب اگر آپؐ معجزہ نہیں دکھا سکتے تو آئندہ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ ان کا مطالبہ معقول ہے۔ آپ خود کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزے ملے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزے ملے ہیں، جن کی کوئی حد تو نہیں تو پھر آپؐ معجزہ کیوں نہیں دکھا دیتے۔ اب ان حالات میں اگر حضور ﷺ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو ہی گیا ہو کہ اے اللہ تو کوئی معجزہ دکھا ہی دے، تاکہ ان کے منہ بند ہوں تو یہ بات بالکل فطری تھی لیکن اللہ نے بتا دیا کہ میں نے معجزہ نہیں دکھانا۔ یہ وہ مقام ہے جسے پڑھتے ہوئے میں لرز جاتا ہوں۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَاُوۡذُوۡا حَتّٰٓى اَتٰٮهُمۡ نَصۡرُنَا‌ ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ‌ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِىَ نَفَقًا فِى الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاۡتِيَهُمۡ بِاٰيَةٍ‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَى الۡهُدٰى فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۳۵﴾﴾ (الانعام)

"اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذاء پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی۔ اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں۔ اور تم کو پیغمبروں (کے احوال) کی خبریں پہنچ چکی ہیں (تو تم بھی صبر سے کام لو) اور اگر ان کی روگردانی تم پر شاق گزرتی ہے تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سُرنگ ڈھونڈھ نکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو) پھر ان کے پاس کوئی معجزہ لاؤ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ پس تم ہرگز جذباتی نہ ہونا۔"

اس کا ایک خاص سبب تھا؟ وہ یہ کہ معجزہ دکھانے کے بعد قوم کی مہلت ختم ہو جاتی ہے۔ معجزہ دیکھنے کے بعد بھی جو قوم ایمان نہ لائے وہ ہلاک کر دی جاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو ابھی اس معاملے کو آگے بڑھانا تھا۔ آپؐ نے اظہار دین حق کی جو جدوجہد کی، اس میں یقیناً خرق عادت قسم کے معاملات بھی ہوئے ہیں، اللہ کی خصوصی مدد بھی آئی ہے اور یہ غیر مرئی اور غیر طبعی طور پر بھی آئی ہے، لیکن دعوے سے اور مطالبے پر نہیں آئی۔ جیسے ایک موقع پر کھانا تھوڑے لوگوں کے لیے تھا، بہت سے لوگوں کے لیے اُس میں برکت پیدا ہوگئی۔ پانی تھوڑا سا تھا، حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن اُس میں ڈالا ہے تو آپؐ کی برکت سے یوں چشمہ پھوٹا کہ سب نے پانی پی لیا۔ یہ طبعی قوانین سے ہٹ کر ماورائی انداز میں مدد ہے۔ اسی طرح میدان بدر میں نصرت کے لیے فرشتے اترے۔ غار ثور میں آپؐ کی حفاظت کے لیے مکڑی نے جالا بنا اور کبوتری نے انڈے دیئے اور یوں اللہ نے آپؐ کو دشمنوں سے بچالیا۔ تاہم آپؐ کا اصل معجزہ صرف ایک ہے اور وہ معجزہ قرآن ہے۔ جسے ایمان لانا ہے اس قرآن پر ایمان لائے۔ جسے ایمان نہیں لانا وہ بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی نہیں لائے گا۔ کیا فرعون معجزہ دیکھ کر ایمان لایا؟ کیا قوم ثمود ایمان لائی؟ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرتے تھے، مٹی کا پرندہ بنا کر پھونک مارتے ہیں تو وہ اڑتا ہوا پرندہ بن جاتا ہے، مگر کیا ان معجزات کو دیکھ کر یہودیوں نے اُن کی دعوت کو تسلیم کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو جو معجزہ دیا گیا وہ قرآن ہے اور یہ سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اس لیے کہ باقی سارے معجزے خواہ کتنے ہی بڑے نظر آئیں صرف رسول کی زندگی میں تھے، بعد میں نہیں رہے۔ عصائے موسیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا۔ کہا جاتا ہے وہ لاٹھی اب بھی تابوت سکینہ میں موجود ہے جو یہودیوں کے بقول مسجد اقصیٰ کے نیچے تہہ خانوں میں دبا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبان بھی ہے، جس میں یہود کے لیے گندم کی شکل میں "من" اترتا تھا۔ لیکن ان چیزوں میں اب اثر نہیں۔ کیونکہ اس طرح کے معجزات رسول کی زندگی کے لیے تھے۔ آپؐ کو جو معجزہ دیا گیا، اُس کی تاثیر تا قیام قیامت رہے گی۔ بہرحال حضور ﷺ کے لیے خرق عادت مدد بھی آئی۔ راہِ حق میں اللہ کی مدد آتی ہے لیکن یہ اس وقت آتی ہے جب انسان آزمائش پر پورا اُترتا ہے اور یہ ثابت کر دیتا ہے کہ سونا خالص ہے۔ اس سے پہلے مدد نہیں آتی۔ بہرحال آنحضور ﷺ کو ایک انقلابی مشن تفویض کیا گیا۔ یعنی دین کو قائم کرو جو نظام باطل چلا آتا ہے اسے اکھیڑو، اور اس کی جگہ دین کو قائم و غالب کرو۔ چنانچہ آپؐ نے تاریخ انسانی کا عظیم ترین، گھمبیر ترین، جامع ترین اور ہمہ گیر ترین انقلاب برپا فرمایا۔ اس ضمن میں ایم این رائے، ایچ جی ویلز، ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی گواہیاں پیش کی جا چکی ہیں۔ لہٰذا اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ واقعتاً یہ جاننا چاہتے ہیں کہ انقلاب کا صحیح طریق کار کیا ہے تو اس کے لیے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ افسوس کہ ہم آج بھٹک رہے ہیں ۔

نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے

کوئی سمجھتا ہے کہ انقلاب دعوت وتبلیغ سے برپا ہو جائے گا۔ خدا کے بندو، اگر دعوت سے انقلاب برپا ہوسکتا تو کیا (معاذ اللہ) آنحضور ﷺ سے بڑا مبلغ، حضور ﷺ سے بڑا داعی، حضور ﷺ سے بڑا معلم، مربی، مزکی کوئی ہوسکتا ہے؟ پھر آپؐ کو تلوار ہاتھ میں کیوں لینی پڑی؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انتخابات کے راستے سے انقلاب آجائے گا۔ یہ خیال بھی درست نہیں۔ انتخابات سے اُسی چیز کی عکاسی ہوگی جو معاشرے میں ہے۔ انتخابات سے جاگیردار، سردار اور سرمایہ دار ہی آگے آئیں گے۔ تم کس خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ اسی طرح محض علمی اور تعلیمی کام سے بھی کبھی انقلاب نہیں آسکتا۔ اگر آپ کو انقلاب کا طریق کار درکار ہے، تو اس کے لیے آپؐ کو پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انقلابی جدوجہد دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ اگر آپ دعوت وتبلیغ کا کام کریں گے آپ کو کوئی جان سے نہیں مارے گا، ہاں برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ مشقت تو آپ کو کرنی پڑے گی، محنت کرنی پڑے گی چاہے آپ مشنری ہوں، چاہے تبلیغی جماعت کے بھائی ہوں، مگر آپ کو جان کا خطرہ نہیں ہے۔ انقلابی جدوجہد میں تو جان ہتھیلی پر رکھنی پڑتی ہے۔ کیوں؟ انقلاب کے معنی یہ ہیں کہ آپ نظام کو بدل دیں، جبکہ نظام کے ساتھ برسراقتدار مراعات یافتہ طبقات کے مفادات وابستہ ہیں۔ اُن کی سرداریاں، سیادتیں ہیں، چودھراہٹیں قائم ہیں۔ اگر آپ ان سب کو ختم کرنے کے درپے ہوگئے، اگر یہ سارے آشیانے جس درخت کی شاخوں پر بنے ہوئے ہیں اگر آپ اس درخت کی جڑ کاٹنے لگ گئے، تو یہ نہیں ہوسکتا کہ اُن کی طرف سے مزاحمت نہ ہو۔ وہ یقیناً اس کی شدید مزاحمت اور مخالفت کریں گے ع نظام کہنہ کے پاسبانو یہ معرضِ انقلاب میں ہے۔ (جاری ہے)

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ حلقہ فیصل آباد اور علماء کرام اور رفقاء تنظیم سے ملاقاتیں

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب 4 اور 5 جون کو دو روزہ دورے پر فیصل آباد تشریف لائے۔ نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان پروفیسر خلیل الرحمٰن بھی تشریف لائے۔ مختصر آرام کے بعد امیر محترم مقامی ذمہ داران کے ساتھ شیخوپورہ روڈ پر واقع مسلک اہلحدیث کے مرکز جامعہ سلفیہ میں گئے۔ مقامی ذمہ داران امیر محترم کے لیے چشم براہ تھے۔ نماز ظہر جامعہ سلفیہ کی مسجد میں ادا کی گئی۔ فرض ادا کرنے کے بعد رئیس ادارہ مولانا یٰسین ظفر نے تنظیم کے وفد کو خوش آمدید کہا اور اپنی تعارفی گفتگو میں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو ان کی دینی خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی پوری دنیا میں محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو بڑی توجہ سے سنا جاتا ہے۔ انہوں نے احیائے دین کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ انہوں نے امت کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہماری حالت اس مریض کی سی ہے جو آکسیجن کے مصنوعی سہارے سے زندہ رہنے کی کوشش میں ہے۔ اس کے بعد امیر محترم کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ اس وقت فتنۂ دجالیت اپنے عروج پر ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کے سارے وسائل شیطانی قوتوں کے ہاتھوں میں آ چکے ہیں جس کی وجہ سے دنیا آسمانی ہدایت سے بغاوت اور بے حیائی کے راستہ پر چل پڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ بنی اسرائیل کے ساتھ تاریخ اُمت محمدیہ ﷺ کا موازنہ کریں تو بڑی مماثلت نظر آتی ہے۔ آج ہمارے اوپر بھی وہی فرد جرم عائد ہوتی ہے جس کی زد میں بنی اسرائیل آتے تھے۔ آج پوری دنیا میں کہیں بھی شریعت اسلامی نافذ نہیں ہے جو دین سے صریح غداری اور اللہ کے غضب کو بھڑکانے کا سبب ہے۔ اس جرم کی وجہ سے امت کو آج پوری دنیا میں ذلت و رسوائی کا سامنا ہے۔ امیر محترم نے پاکستان کا خصوصی حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ قمری اعتبار سے 65 برس گزرنے کے باوجود یہاں شریعت کا نفاذ نہ ہونا ایک نہایت سنگین معاملہ ہے۔ حالانکہ پاکستان میں 95 فیصد مسلمان بستے ہیں۔ یہی ہمارا وہ اجتماعی جرم ہے جس کی سزا آج پوری قوم کو مل رہی ہے۔ ہمارے عائلی قوانین آج بھی غیر اسلامی ہیں جن کو حکومت وقت نے 1964ء میں غلام احمد پرویز کے کہنے پر نافذ کیا تھا۔ امیر محترم نے توجہ دلائی کہ اس حوالے سے علماء اور دینی جماعتوں کی خصوصی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام کی صحیح رہنمائی کریں۔ قوم کو رستہ دکھانے اور یہ اُس میں احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا اصل جرم شریعت سے غداری ہے۔ امیر محترم نے مزید کہا کہ عوام کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں، دین کے تقاضوں کو ادا کرنے کے لیے کمر ہمت کس لیں، زندگی کے ہر گوشے میں دین پر عمل کیا جائے۔ عوام الناس میں یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ مسجد میں تو ہم مسلمان ہیں لیکن مسجد سے باہر ہم نظام کفر کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ امیر محترم نے علماء حضرات سے درخواست کی کہ وہ عوام الناس کی پوری رہنمائی فرمائیں اور موجودہ زوال کے اسباب بتانے کے ساتھ ساتھ اس سے نکلنے کا راستہ بھی بتائیں۔ عوام الناس اس رہنمائی کے منتظر ہیں۔ جامعہ کے علماء، تنظیم کے رفقاء کے علاوہ جامعہ کے سینکڑوں طلبہ نے اس خطاب کو پوری توجہ اور شوق سے سنا۔ اس کے بعد جامعہ کے علماء کے ساتھ امیر محترم کی ملاقات تھی۔ ملاقات میں پرنسپل ادارہ مولانا یٰسین ظفر، شیخ الحدیث حافظ عبد العزیز علوی، مولانا محمد یونس اور حافظ مسعود عالم بھی موجود تھے۔ ملاقات میں رئیس ادارہ نے جامعہ کا تعارف کروایا اور بتایا کہ اس وقت جامعہ میں 33 اساتذہ تدریسی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں اور 850 کے قریب طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ باہمی گفتگو میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ پاکستان بننے کے بعد اقامت دین کی طرف توجہ نہیں دی جا سکی۔ اس حوالے سے پیش آنے والی رکاوٹوں کا ذکر بھی کیا گیا۔ اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ نفاذ اسلام کو اولین ہدف بنا کر اس کے لیے محنت کی جائے اور باہمی اختلافات کو اس راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ میزبانوں نے تنظیم کے وفد کی بھرپور تواضع بھی کی۔ اس تمام پروگرام میں جامعہ کے نائب شیخ الحدیث جناب حافظ مسعود عالم کا خصوصی تعاون حاصل رہا اور ان کی کاوش سے ہی یہ پروگرام منعقد ہو سکا۔ حافظ مسعود عالم بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے مداحین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور جامعہ کے اساتذہ کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جنہوں نے خصوصی شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ آمین

اس کے بعد امیر محترم واپس ساندل بار ہوٹل تشریف لائے، جہاں مختصر سا آرام کرنے کے بعد ننگری بازار آنے کا پروگرام تھا، جہاں مبارک مسجد میں نماز عصر کے بعد مولانا ارشاد الحق اثری سے ملاقات طے تھی۔ مولانا موصوف اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ علمی شخصیت ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں۔ مسجد کے اوپر انہوں نے ایک عظیم الشان لائبریری بنائی ہے، جس سے طالبانِ علم استفادہ کرتے ہیں۔ مسجد میں حفظ قرآن بھی کروایا جاتا ہے۔ مولانا نہایت ملنسار اور متحمل مزاج کے حامل ہیں۔ ذاتی طور پر تحقیق و تالیف کے شعبے سے منسلک ہیں۔ تنظیم اسلامی اور اس کی فکر سے واقف ہیں۔ میثاق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مولانا سے گفتگو میں ملکی معاملات زیر بحث آئے۔ مولانا نے ایرانی انقلاب اور اہل تشیع کی موجودہ سرگرمیوں پر پریشانی کا اظہار کیا۔ امیر محترم نے ملک میں نفاذ شریعت کی طرف توجہ دلائی تو مولانا نے اس بات سے اتفاق کیا کہ اس معاملہ میں علماء بالعموم عوام کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکے۔ مولانا سے دیگر متعدد علمی موضوعات پر بھی تبادلہ خیال ہوا۔ انہوں نے امیر محترم کی آمد پر دلی خوشی کا اظہار کیا۔

اس کے بعد پیپلز کالونی میں بزرگ شخصیت مولانا مجاہد الحسینی کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر ملاقات

طے تھی۔ مولانا مجاہد الحسینی ختم نبوت تحریک کے اکابرین میں سے ہیں۔ آپ علمی شخصیت ہیں اور تصنیف و تالیف سے خصوصی شغف رکھتے ہیں۔ فتنہ قادیانیت کے رد کے حوالے سے یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ مولانا بڑی باغ و بہار شخصیت ہیں۔ مزاح کی بھی خصوصی حس رکھتے ہیں۔ علمی مسائل پر مولانا سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اقامت دین کے حوالے سے مولانا کا موقف تھا کہ پاکستان بننے کے بعد مختلف فتنے دراصل دین کے تقاضوں سے توجہ ہٹانے اور نفاذ شریعت کے راستے سے روکنے کے لیے تھے۔ مولانا نے بتایا کہ پاکستان کے علماء نے 22 نکات کا جو فارمولا 1951ء میں پیش کیا تھا، اس کے شرکاء کے دستخط کا ریکارڈ ان کے پاس موجود ہے۔ مولانا سے ملکی صورتحال کے حوالے سے بھی گفتگو ہوئی۔ اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ 1951ء میں مختلف علماء نے 22 نکات کا جو فارمولا پیش کیا تھا اور جو متفقہ دستوری سفارشات پیش کی تھیں، ضرورت ہے کہ ان کی روشنی میں مختلف دینی جماعتوں کے اکابرین کا اجتماع منعقد کیا جائے۔ جس کے حوالے سے مولانا نے اپنی خدمات پیش کیں۔

بعد نماز مغرب مدرسہ جامعہ اسلامیہ امدادیہ میں مہتمم ادارہ جناب مفتی محمد طیب کے ساتھ ملاقات کا وقت طے تھا۔ جامعہ امدادیہ کا شمار ملک کے بڑے اور نامور تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس مدرسہ کی 8 شاخیں ہیں جو مختلف مقامات پر کام کر رہی ہیں۔ چار ہزار سے زائد طلبہ یہاں زیر تعلیم ہیں۔ درس نظامی کے علاوہ دورۂ حدیث کا شعبہ بھی قائم ہے۔ مفتی طیب صاحب مزاجاً نہایت حلیم الطبع انسان ہیں اور خوش اخلاقی کا مرقع ہیں۔ امیر محترم نے گفتگو میں توجہ دلائی کہ اس وقت عالم اسلام کے خلاف جو صلیبی جنگ جاری ہے اس میں ہم بدقسمتی سے کفر کے صف اوّل کے اتحادی ہیں۔ اس حوالے سے علماء پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عوام الناس کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ مولانا نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ملک کے حالات واقعتاً تشویشناک ہیں اور لوگ علماء کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مفتی طیب صاحب نے تنظیم کی اس پالیسی سے مکمل اتفاق کیا کہ علماء اور دینی جماعتوں کو الیکشن میں حصہ لینے کی بجائے ایک پریشر گروپ کی صورت میں کام کرنا چاہیے۔ ہمارے موجودہ حالات کی اصل وجہ شریعت کا نافذ نہ ہونا ہے۔ ایک سال قبل جامعہ اشرفیہ میں مسلک دیوبند کی طرف سے ملک میں نفاذ شریعت کے مطالبے اور مشترک جدوجہد کے حوالے سے بھی امیر محترم نے یاد دلایا کہ اس حوالے سے بھی پیش رفت کے لیے علماء کی توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ علماء کے ساتھ امیر محترم کی ذاتی ملاقاتوں کو بہت مفید پایا گیا۔ جن علماء سے ملاقات کی گئی، انہوں نے بڑی اپنائیت کا مظاہرہ کیا اور امیر تنظیم کی طرف سے علماء حضرات کے ساتھ ملاقاتیں کرنے کی روایت کو خوش آئند قرار دیا۔

اگلے دن قرآن اکیڈمی میں صبح ساڑھے سات بجے رفقاء کے ساتھ ملاقات طے تھی۔ رفقاء کی اچھی خاصی تعداد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ سب سے پہلے امیر حلقہ نے حلقہ فیصل آباد کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد مقامی تناظیم کے امراء نے اپنی تناظیم اور اسرہ جات کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد منفرد اسرہ جات کا تعارف ہوا۔ بعد ازاں تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے والے نئے رفقاء سے تعارف حاصل کیا گیا۔ امیر محترم نے رفقاء کے سوالات کے تفصیلی جواب دیئے۔ یہ پروگرام تقریباً تین گھنٹے تک جاری رہا۔ اس کے بعد امیر محترم نے مقامی امراء کے ساتھ ملاقات کی جس میں ان کے ذاتی تعارف اور درپیش مشکلات کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ نماز ظہر کے بعد امیر محترم لاہور واپس روانہ ہوئے۔ اس طرح امیر محترم کا دو روزہ بھرپور دورہ اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: معتمد حلقہ فیصل آباد)

بقیہ: منبر ومحراب

اگلی آیت میں اہل تقویٰ کا اجر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾﴾

''ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔''

ان اہل تقویٰ کے لیے اللہ کی طرف سے مغفرت اور جنت ہے۔ اور یہ محنت کرنے والوں کا کیا ہی عمدہ بدلہ ہے۔ محنت تو سب کر رہے ہیں لیکن کوئی دنیا کے لیے کر رہا ہے، کوئی آخرت کے لیے کر رہا ہے۔ کوئی دنیا میں اپنے boss کو راضی کرنے کے لیے کر رہا ہے اور کوئی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کر رہا ہے۔ تو سب سے اچھا بدلہ اللہ کی رضا چاہنے والوں کے لیے ہے۔ یہ بدلہ بخشش اور جنت ہے۔ اس سے اچھا بدلہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل تقویٰ میں شامل فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

تنظیمی اطلاع

حلقہ پوٹھوہار کی مقامی تنظیم ''جہلم'' میں جناب محمد اشرف کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم جہلم میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 2 جون 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد اشرف کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں مقیم رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی 21 سالہ بیٹی، تعلیم پرائمری، حافظہ، دورۂ ترجمہ و تفسیر جاری، درجہ حفظ و ناظرہ کی معلمہ کے لیے دیندار اور برسر روزگار ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

0321-2534295/0300-2534295

دعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق تنظیم محمد ریاض کے سسر انتقال کر گئے
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم کورنگی شرقی کے رفیق سالار احمد کی والدہ رحلت فرما گئیں
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم بنوری ٹاؤن کے ناظم بیت المال جناب اشفاق چودھری کی خوش دامن خالق حقیقی سے جاملیں
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم گلشن کے رفیق جناب شمیم احمد کی خوش دامن وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین اور مرحومات کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حساباً یسیراً

پاکستان کے مسائل کا حل

موجودہ جمہوریت یا حقیقی انقلاب؟

لیفٹیننٹ جنرل (ر) شاہد عزیز

زیرِ نظر مقالہ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیرِ اہتمام 23 مارچ 2011ء اسلام آباد ہوٹل اسلام آباد میں ہونے والے سیمینار میں پڑھا گیا۔ مقالہ میں پیش کیے گئے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ بنابریں اِسے نقطۂ نظر کے عنوان کے تحت شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ہم ہیں کہاں؟

میں تاریخ کے ورق نہیں پلٹوں گا، کیونکہ چند ہی صفحات پہلے میرا نام بھی کالے حروف میں لکھا ہے۔ البتہ راہ تلاش کرنے کے لیے یہ جاننا تو ضروری ہوگا کہ ہم ہیں کس مقام پر۔ اس کی بھی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔

ایک قوم کی حیثیت سے ہم اخلاقی لحاظ سے بہت گر چکے ہیں۔ سیدھے راستے پر کوئی منزل نہیں آتی، صرف ٹھوکریں لگتی ہیں۔ راہ سنسان پڑی ہے۔ لوٹ کھسوٹ کے اس اندھیرے میں ظلم کا راج ہے، اور اللہ کے وعدے کے مطابق ایسے ہی حکمران ہم پر مسلط ہیں۔ صحیح دین کی پہچان مٹ چکی ہے۔ دین کے نام پر ہر قسم کی دکان کھلی ہے۔ مدینہ تکہ فروش، جو مردار بیچتا ہے، سے لے کر گھر گھر پھیلے بارود کے دھوئیں تک، اب ہمارے نئے نئے خدا ہیں: پیسہ، امریکہ اور موجودہ جمہوریت کا نظام۔ اس کے بعد مغرب کی اندھی تقلید، Enlightened moderation کی چھوت، سود کا خون چوستا ہوا نظام، اور نہ جانے کیا کیا۔ پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائیں تو کیونکر؟

منافقت ہمارے حکمرانوں کے چہروں سے ٹپکتی ہے۔ ملک میں ایک سیاسی ڈراما رچا ہے، جس میں جو دِکھتا ہے، جھوٹ ہے۔ ایک ڈھونگ پر نظام قائم ہے۔ اور ہر رال ٹپکتے ہوئے سیاسی منہ سے یہی صدا آتی ہے کہ پاکستان کی بقا اسی نظام میں ہے۔

افغانستان کے اندر امریکہ کے قتل و غارت میں ہم کھل کر شامل ہیں، اور ان کے ساتھی ہونے پر ناز ہے۔ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ ''اگر تم کافروں کا کہا مان لوگے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں پر پھیر دیں گے، پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔'' یہ وہ مشہور یوٹرن ہے جو ہم نے فخر سے اس صدی کے آغاز میں لیا، اور آج بھی اسی کے گیت گاتے ہیں۔ اور کتنے ہی منہ یہ راگ الاپتے نہیں تھکتے کہ یہ جنگ ہماری بقا کی ہے۔ اپنی ہی بقا کے لیے خودکشی؟!

اور بھوکے لوگوں میں ایک بے حسی کا عالم ہے۔ ہر دوسرا شخص کچھ مانگ رہا ہے۔ کسی کا پیٹ بھرا ہوا نہیں۔ قومی کشکول دنیا کے آگے پھیلا ہوا ہے۔ ہاتھ دعا کے لیے نہیں، بھیک کے لیے اُٹھتے ہیں۔ بھوک اور افلاس کا سیلاب ان گھروں کو ڈبوئے جا رہا ہے، جو ہماری خودفریب کھڑکیوں سے نظر نہیں آتے۔ سب کو صرف اپنی اپنی پڑی ہے جیسے قیامت آ ہی چکی ہو۔ پھر ڈوبتی کشتی کا رونا کیا؟

اس گڑھے کے دہانے پر فوج بھی پھسلتی ہوئی کھڑی ہے۔ ساکن، خوف زدہ۔ اللہ کو ہم کہیں دور چھوڑ آئے۔ پھر تاریکی کا شکوہ کیسا؟ وہی تو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

ایک چھوٹی سی تصویر شاہ نواز زیدی کی بنائی ہوئی۔ عنوان ہے۔ 'ضیافت':

ملک گرا ہے مٹی پر...... قحط زدہ ڈنگر کی طرح
کھال اور ڈھانچہ...... بدبو، گرد، پسینہ ہیں
خشک کھلی آنکھوں میں...... ننگا خوف جما ہے
گدھ اترے ہیں
بے فکری سے دھڑ پر بیٹھے...... کھال اور آنتیں نوچ رہے ہیں
جتنی جتنی سختی ہو، آفت، کال اور قحط پھیلے
جتنا جتنا سوکھا ہو، اتنے فربا ہوتے ہیں
خوش رہتے ہیں
اسی لیے سب ان کو، راجہ گدھ کہتے ہیں

منزل ہے کیا؟

گرنے میں وقت کم لگتا ہے اور چڑھنے میں زیادہ۔ اور ہم تو سال ہا سال سے گر ہی رہے ہیں۔ منزل اتنی دور ہے کہ صاف نظر بھی نہیں آتی۔ اس کا تعین کر کے ہی ہم راہ تلاش کر سکتے ہیں، ورنہ اس اندھیرے میں، بوکھلاہٹ میں کہاں ٹٹولتے پھریں گے۔ میری ناچیز رائے میں منزل کچھ ان الفاظ میں بیان کی جا سکتی ہے۔ اک خود شناس، باوقار، خود مختار اور ترقی پسند اسلامی ریاست، جس میں انصاف ملے، برابری کے معاشی حقوق ہوں، ہر شہری امن سے رہ سکے، عزت کا تحفظ ہو اور ہم دنیا کے لیے ایک مثالی نظام کے حامل ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہاں پہنچنے کا راستہ کون سا ہے؟

پہلا راستہ

یہ موجودہ راستہ ہے، اور اس کے پجاری کہتے ہیں کہ یوں ہی چلے چلو، منزل دور ہے، پر پہنچ ہی جائیں گے ایک دن۔ سفر کٹتے کٹتے ہی کٹے گا...... آہستہ آہستہ۔ اس کے علاوہ اگر کچھ کیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دیکھنا لوٹ کھسوٹ ذرا دھیان سے ہو، کہیں کشتی نہ ہلے ورنہ پانی اندر آ جائے گا...... فوج ملک کو تباہ کر دے گی۔ جمہوریت (یعنی ان کی حکومت) کو بچانا ہے۔ یہی شاہراہ جمہوریت منزل کو جاتی ہے۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ چار چھ نسلوں میں ہم بھی منزل پا لیں گے۔ ارے! تم ابھی سے رونے لگے! صبر کرو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر الیکشن ہوگا۔ پھر کوئی نیا راجہ آئے گا۔ اس بار ہم مہاراجہ کو لائیں گے، وہ راجہ سے بہتر ہوگا۔ پھر آہستہ آہستہ، ایسے ہی، ہم بہتری کی طرف بڑھنے لگیں گے۔ بس نظام چلتا رہے۔ (نعوذ باللہ) نظام قرآن سے زیادہ اہم ہے۔ قرآن کو تو بچانے کا وعدہ اللہ کا ہے، نظام کو ہم نے بچانا ہے۔

اور پھر امریکہ کا ہاتھ تھامے بغیر، یہ اندھیری

رات تو کٹ سکتی نہیں۔ اگر وہ خفا ہو گیا تو ہماری زندگی کا پہیہ ہی رک جائے گا۔ کھائیں گے کیا؟ اللہ تو آسمان پر ہے، قیامت کے دن ملے گا، پھر دیکھیں گے۔ امریکہ تو یہاں ہے، دنیا کا بادشاہ۔ دنیا میں تو اسی کو سجدہ بنتا ہے اور ہم یہی کرتے ہیں۔ وہی ہمارا آقا ہے، وہی رازق، اور وہی ہمارا ولی ہے۔ اسی نے ہمیں زندہ رکھا ہے اور وہ ہی ہمیں مارے گا۔ وہی ہمیں ہنساتا ہے اور وہی رلائے گا۔

اور پھر یہ دہشت گرد کہاں سے ٹپک پڑے؟ ان سے کیسے نجات پائیں۔ امریکہ کے بغیر گزارا کیسے ہوگا؟ کیا پاکستان کو طالبانستان بنا دیں؟ اس کا تو بہت خطرہ ہے۔ پھر ہم کہاں جائیں گے؟ امریکہ کی انگلی مت چھوڑنا......ڈوب جاؤ گے۔

تو بس جیسے چل رہا ہے چلنے دو۔ سب خود بخود آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گا۔ صبر کرو اور کشتی کو مت ہلاؤ۔ دم سادھ کے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔ کھڑکیاں دروازے بند کر لو۔ راجہ گدھ کی تسبیح پڑھو۔

اس نیم دھندلکے میں کہاں تک چلیں۔ کوئی امید کی کرن تو نظر آتی نہیں۔ آگے صرف تاریکی ہی تاریکی ہے۔ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اب رات سر پر کھڑی ہے۔ اس میں سے کیسے گزریں گے۔ یوں ہوگا کہ رات کے خوف سے ایک بار پھر نئی حکومت کا نعرہ لگے گا، پھر الیکشن ہوں گے اور پھر وہی نیم تاریکی۔ کچھ بدلے گا تو نہیں، صرف چہرے نئے ہوں گے۔

اس نظام میں کچھ نہیں بدلنا۔ کوئی بہتری کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر اچھے لوگوں کو لے آئیں تو جب وہ طاقت میں آتے ہیں تو ان سے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے کلچر اور نظام کی مجبوری ہے۔ کوئی شک نہیں، کچھ اب بھی اچھے ہیں، پر آٹے میں نمک۔ جب کروڑ ہا روپے پر سیٹ خریدی، الیکشن جیتا تو کیا یہ سرمایہ کاری تھی یا آپ کی بہبود کے لیے چندہ؟ جس نظام پر کوئی روک ٹوک نہ ہو، وہ ہمارے معاشرے میں بگڑ ہی جاتا ہے۔ پھر اس نظام میں صرف سیاست دان ہی تو نہیں، پوری حکومتی مشینری ہے، جس کے آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ یہاں تمام پبلک سرونٹس پبلک ماسٹرز ہیں۔

صبح اس نظام کے بدلنے ہی سے طلوع ہوگی۔

اسی امید اور بھروسے پر اس نظام کو جھنجھوڑ کر گرانے میں بھی شامل ہوا۔ آخر میں ہی کیوں آئین کا پاس کرتا، جب اسی کی آڑ میں چھپ کر وہ جنہوں نے اس کی رکھوالی کی قسم کھائی تھی، اور مجھ سے بھی قسم لی تھی، سب مل کر...... حاکم بھی، اس کی تمام حکومت کے کارندے بھی اور انصاف مہیا کرنے والے تمام ادارے بھی، اسے چبا چبا کر کھا رہے تھے، اور سسکتی قوم، بے بس اپنے ہی قاتل کے ہاتھ سے خون دھو رہی تھی۔ میں جو کر سکتا تھا میں نے کیا، اس وعدے کی امید پر کہ ایک نیا نظام اس ملک کو دیں گے جو عوام کا ہوگا، حکمرانوں کا نہیں، اور فوج کو politicize نہیں ہونے دیں گے۔ کہا گیا کہ اگر فوج politicize ہوگئی تو یہ آخری ادارہ بھی تباہ ہو جائے گا۔ پھر فوجی حکمران اس ملک کا حکمران بن گیا اور سیاست فوج کے گھر کے اندر ایسی گھسیٹی کہ کسی سیاستدان کے بس میں فوج کو اتنا politicize کرنا نہیں تھا۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ نیا نظام سراب کی طرح ریگستان میں تبدیل ہو گیا۔ سوچا نہیں کہ شام کے بعد رات بھی آتی ہے، بس صبح کی تمنا میں سراب میں کود پڑے۔

پھر 2001ء اور 2002ء میں، میں مری میں ڈویژن کی کمانڈ پر مامور ہوا۔ پاکستان میں تو فوجی حکومت تھی، پر کشمیر میں جمہوریت کا ہمارے جیسا نظام، لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا، جس پر فوج کا ہاتھ مری کی ڈویژن نے رکھا ہوا تھا۔ یہاں مجھے ایک چھوٹی سی ہماری طرز کی جمہوری حکومت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ الیکشن ہونے کو آئے تو جب میں مختلف علاقوں میں اپنے فوجی کام سے جاتا تو وہاں کے لوگوں سے بھی ملتا۔ ایک ایسی ہی جائے پر میں نے معمول کے مطابق لوگوں سے بات کی اور کہا کہ اچھے لوگوں کو ووٹ دیں، تاکہ اچھی حکومت آئے اور آپ سب کا فائدہ ہو، وغیرہ، وغیرہ۔ جب میں اپنی سنا چکا تو ایک بزرگ شخص نے مجھے بلایا اور کہا کہ میرے پاس بیٹھیں۔ کہنے لگے، ''جرنل صاحب، آپ نئے معلوم ہوتے ہیں''، میں سمجھا تو نہیں پر میں نے ہاں کہا۔ تو کہنے لگے کہ آپ نے اچھی باتیں کہیں، پر اگر ہم آپ کے کہنے کے مطابق اچھے لوگوں کو ووٹ دیں تو ہمارے علاقے کا اچھا نمائندہ مظفر آباد میں بیٹھ کر اچھی اچھی باتیں کرے گا اور اپنے تمام ساتھیوں کو ناراض کر دے گا، کیونکہ وہ باتیں ان سب پر چوٹ ہوں گی، پھر ہمارے سارے کام کیسے ہوں گے؟ ہمیں تو ایسا نمائندہ چاہیے جو باقی علاقوں کے ترقیاتی بجٹ موڑ کر ہمارے علاقے میں لگا دے، باقی سب کے بچوں کو پیچھے دھکیل کے ہمارے بچوں کو نوکریاں دلوائے، ہمارے سب تھانہ کچہری کے معاملات نبٹائے۔ اب بھلا بتائیں کہ اچھا آدمی یہ سب کرے گا؟ پھر ہم اپنے پاؤں پر کلہاڑی کیوں ماریں؟ اس نظام میں جہاں سارا گند آتا ہو، وہاں اچھے آدمی کا کیا کام؟ وہ تو نہ ہی جیت سکتا ہے، نہ جیت کر کچھ کر سکتا ہے۔

پھر ایک اسلامی مملکت کو امریکہ کے ہاتھوں بکتے دیکھا......''قومی مفاد کی خاطر''۔ اور آہستہ آہستہ ایک طاقتور حکمران کو، چھپ چھپ کر، ٹکڑوں میں بٹی اور سوئی ہوئی قوم کی آزادی کا سودا کرتے دیکھا، لال مسجد میں انسانوں کو جلتے دیکھا، حاکم کو انصاف کی دھجیاں اڑتے دیکھا......''قومی مفاد کی خاطر''۔ اور نہ جانے کیا کیا ہوگا ''قومی مفاد کی خاطر''۔

پھر فوجی حکومت نے جب سیاسی موڑ کاٹا تو ایک معقول حکمران کو بہت جلد نامعقولیت کی حد سے گزرتے دیکھا۔ یہ الزام اس شخص پر نہیں، بلکہ اس نظام کو چلانے والے سب ہی اس میں ڈوب جاتے ہیں۔ یہ دلدل ہی ایسی ہے۔ پھر میں اس نظام کا اور اس کے بڑے بڑے لوگوں کا خاموشی سے جائزہ لیتا رہا......سیاست دان بھی اور ان کے پیچھے چھپے ہوئے اصل حکمران سرکاری ملازمین بھی۔ اور ان دونوں کا طاقتور گٹھ جوڑ کھل کر سامنے آیا۔ پہلے تو جج بھی اس گٹھ جوڑ میں شامل تھے، پھر اللہ نے ہم پر کرم کیا اور یہ ظلم کی فرعونی تکون ٹوٹی۔

اگر اس نظام نے یوں ہی آہستہ آہستہ "evolutionary process" سے ٹھیک ہونا ہے، تو یہ صرف ایک کہانی کے طور پر میں سن سکتا ہوں، اور اب اس عمر میں اور اتنا کچھ دیکھ کر کہانیوں سے دل بہلتا نہیں۔ اب تو قوم بھی بھر پائی ہے۔ سارے جھوٹ تو کھل چکے، پر جھوٹ بولنے والوں کے منہ اب بھی اسی طرح کھلے ہیں۔ آپ مانیں، یا نہ مانیں۔

دوسرا راستہ

پہلے راستے کی کہانی تو اب ختم ہونے کو آرہی ہے۔ کہانی کے نیچے چھوٹے حروف میں لکھا ہے: ''پھر کیا ہوا؟ یہ جاننے کے لیے اگلی قسط پرانے شمارے کو اُٹھا کر دیکھیں''۔ پہلے بھی یہی ہوتا آیا ہے۔ یہ کہانی ایک گول چکر میں چل رہی ہے۔ پھر وہی ہوگا۔ لوگ سڑکوں پہ نکل آئیں گے، گھیراؤ جلاؤ ہوگا۔ پھر فوج ان پر فائر کرنے سے انکار کر دے گی۔ پھر فوج حکومت سنبھال لے گی۔

پھر ہمارا چکر پورا ہوگا، اور ایرے غیرے واپس اپنی جگہ پر آ جائیں گے۔ اس پر ایک پنجابی کی بڑی موزوں ضرب المثل ہے، پر جانے دیجئے۔

پھر فیض صاحب کے الفاظ یہاں سے شروع ہوں گے: ''سب تاج اچھالے جائیں گے، ہم دیکھیں گے''، اور یہاں ختم ہوں گے: ''یہ وہ سحر تو نہیں، چلے تھے جس کی آرزو لے کر، چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں، فلک کے دشت میں، تاروں کی آخری منزل''۔ پھر سے جمہوریت کے لٹنے کا شور اُٹھے گا، پھر تماشا ہوگا، اور پھر ہم منزل کی تلاش نئے سرے سے شروع کریں گے۔ پھر پرانی شراب نئی بوتلوں میں آئے گی۔

اور پھر یہ بھی ایک کہانی سمجھیں، کیونکہ اس بار امریکہ اور بھارت تاک میں بیٹھے ہیں، وہ بھی یہ تماشا دیکھتے ہیں، اور اس بچے کے ہاتھ میں ایٹمی کھلونے سے خوف زدہ ہیں۔ اور پھر یہ سر پھرا لونڈا تو مسلمان ہے! وہ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ ہم خود ہی اپنے دشمن ہیں۔ انتشار کی آگ ہمیں لپیٹ لے گی۔ نفرتوں کا سیلاب امڈ آئے گا۔ یہاں جلساز بھولے انسانوں کا خون پیتے ہیں۔ یہاں قاتلوں کو سرپرستی ملتی ہے۔ پولیس کے تھانوں کی نیلامی ہوتی ہے۔ یہاں بچے بکتے ہیں۔ یہ مصر نہیں ہے۔ یہاں بارود کی افراط ہے۔ اور ہم نے اپنی کوتاہیوں سے انتہا پسند اسلامی قوتوں کو اتنا مشتعل اور متحرک کر دیا ہے کہ یہ جن اب آسانی سے بوتل میں واپس نہیں جائے گا۔ اب کی بار اگر لگام ہاتھ سے چھوٹی تو پاؤں بھی رکابوں میں نہیں رہیں گے۔ پھر گھوڑا سرپٹ دوڑے گا، اور ہم اس کی ٹاپیں اس کے قدموں تلے سنیں گے کیونکہ وہ ہماری کھوپڑیوں پہ بجیں گی۔

اس سے پہلے کہ یہ قیامت کی گھڑی ہم پر نازل ہو، بہتر ہے کہ ہم نئی راہ تلاش کر لیں۔ انقلاب کی باتیں کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ کس انجام کی تلاش ہے۔ اگر بے قابو، مشتعل ہجوم سڑکوں پر کود پڑے، جو ہوتا نظر آتا ہے، تو اس سے بہتر موقع ہمارے دشمنوں کو نہیں ملے گا۔ سڑکوں پہ آنے سے پہلے، انقلاب ذہنوں میں لانا ہوگا۔

پہلا راستہ، موجودہ نظام کے چلنے کا، نیم تاریکی میں رہے گا، اور اگر حالات زیادہ بگڑ گئے اور انارکی پھیل گئی تو پھر فوج کے آگے آنے کا راستہ کھل جائے گا، اور ہم دوسرے راستے پر چل پڑیں گے، جو وہی پرانا گول چکر ہے۔ اور قوم اسی شام میں اٹکی رہے گی۔ اگر صبح کرنی ہے تو رات سر پر لینی پڑے گی۔ وہ رات کے بعد ہی آتی ہے۔ حوصلہ کرو اور رات کے مقابلے کی تیاری کرو۔ یہ رات کتنی تاریک اور کتنی طویل ہوتی ہے، اس کا انحصار ہم پر ہے۔ اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں تو اندھیرا یوں ہی چلتا رہے گا اور تاریکی بڑھتی رہے گی۔

سیدھا راستہ

جس ملک پر جو نظام قائم ہوجاتا ہے، وہ اس نظام کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ جو بھی اوپر آتے ہیں وہ اسی نظام میں پھلتے پھولتے ہیں، وہ اگر اس کو چھیڑیں گے تو اپنے مقام سے گر جائیں گے۔ اس لیے ان سے کوئی توقع نہیں جو اس نظام سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور اسی میں پھلنے پھولنے کی جستجو میں لگے ہیں۔ یہ کسی چیز کو بدلنے نہیں دیں گے۔

دنیا کے تمام جمہوری نظام بوسیدہ ہیں، سینکڑوں سال پرانے، اور اپنی ہی گرفت میں مقید۔ ان کی پیروی فضول ہے۔ پھر ہمارے معاشی اور معاشرتی حقائق مختلف ہیں، تہذیب و تمدن اور ہیں۔ اس نظام کو جھنجھوڑ کر اللہ نے ہمیں کتنی بار موقع دیا کہ ہم بہتر نظام لا سکیں، پر فوجی حکمرانوں اور سیاستدانوں کی خودغرضیاں ہمیں موڑ کر اسی سیاسی اور انتظامی نظام میں جھونک دیتی ہے، جو اس نظام سے استفادہ کرنے والے سیاست دانوں اور حکومتی عہدے داروں نے بنایا ہے، جس میں پہلی ترجیح اپنے مفادات کے تحفظ کو دی گئی ہے۔

اب کچھ نیا کہنے لگا ہوں۔ پرانی کوتاہیوں کے باوجود، گر کہ پھر اُٹھنا ہوگا۔ یہ میری سفارشات ہیں، کوئی اٹل بات نہیں، صرف food for thought ہے، اس سے بہتر بھی راستے ہوں گے۔ یہ اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ ہم سب مل کر کچھ آگے کا سوچیں۔ پھر آپ نے بلایا ہے، تو کچھ تو کہنا ہے۔ مجھ سے جو بن پایا، پیش ہے۔

اس ملک میں اللہ کے بعد اصل طاقت عوام کے پاس ہے۔ اگر وہ اپنے حالات کو بدلنا چاہیں تو ہی وہ بدلیں گے۔ پھر سب ان کا ساتھ دیں گے، ہم سب مل کر، اور یہ لازم ہے کہ مل کر، خود سے آگے نکل کر، خود کو زد میں لاتے ہوئے بڑھنا ہوگا۔ گھروں سے نکلنا ہوگا۔ لوگوں کو سڑکوں پہ لانا ہوگا۔

عوام کو آگے لانے کے لیے تمام وہ تنظیمیں جو ملک میں بہتری چاہتی ہیں، چاہے وہ سیاسی ہوں، مذہبی یا صرف معاشرتی، یا کوئی اور، ان کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ جو کچھ بھی وہ کر رہے ہیں وہ تو ہوتا ہی رہے گا، یہ وقت نکل جائے گا، حوصلہ تو کرو۔ معاشرے کے مسائل پھر حل کر لینا، کتابیں پھر پڑھ لینا، جب انصاف کا نظام قائم ہوگا تو عوام کے آدھے مسائل خود بخود ہی حل ہو جائیں گے۔ پھر دین خود بخود پھیلے گا۔ تبلیغ گھر گھر پہنچے گی۔ اور کیا یہ اللہ کا حکم نہیں کہ اس ملک میں اللہ سے ڈرنے والوں کا نظام ہو؟ تو کیا آدھا دین چھوڑ دو گے؟ اور صرف تبلیغ کرو گے؟

اگر آج، ہم سب، جو ایک ہی منزل چاہتے ہیں، اپنی تنظیم یا گروہ کے مفادات یا ترجیحات کو پیچھے چھوڑ کر اکٹھے نہیں ہوتے تو صرف شکست ہی ہمارا مستقبل ہے۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اللہ کا یہی حکم ہے اور وقت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور گھسے پٹے راستے چھوڑ کر ایک نئی راہ، ایک نیا نظام تلاش کرو۔ یہی ہمیں منزل کی طرف لے جا سکتا ہے۔ موجودہ راستہ گول ہے، کتنی بار تو دیکھ چکے۔ گھوم کر وہیں آ جاتا ہے، اور اس بار تو بہت خدشہ ہے اور ہمیں کھائی میں ہی جا گرائے گا۔

عوام کو ایسی قیادت چاہیے جو انہیں جوڑے، کوشش اور ایثار اور قربانی پر آمادہ کرے اور طلوع صبح کا یقین دلائے اور پھر ثابت قدم رکھے۔ وہ موجودہ تنظیموں ہی سے مل سکتی ہے، اگر آپ سب مل کر کام کریں۔ یہ نہ سوچیں کہ میرے کام کا اس سے کیا تعلق۔ اپنے اپنے مصلے پر بیٹھنے سے بات نہیں بنے گی۔

پہلے تو سب کو اکٹھا کر کے ایک میز پر لائیں، اور ایک مرکزی تنظیم تشکیل دیں، جو تمام گروپوں کی جانب سے فیصلے کرنے کی مجاز ہو۔ پھر سوچ بچار شروع کریں۔ منزل کا تعین کریں، راہ تلاش کریں۔ اور اس پر چلنے کا طریقہ وضع کریں۔ ملک میں ہر سطح پر تنظیم سازی کریں۔ پھر عوام کو تیار کریں، لگام کے ساتھ، میں پھر کہوں گا لگام کے ساتھ، پُرامن طریقے سے اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں۔ یہ آپ کا جمہوری حق ہے اور سپریم کورٹ اور فوج کو باور کرائیں کہ ہم نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں۔ پھر مرکزی تنظیم ان سے مذاکرات کرے اور عوام کا مطالبہ منظور کرائیں۔ پھر ریفرنڈم کے ذریعے اس قوم کا اعتماد حاصل کیا جائے۔

ایک عارضی (interim) حکومت قائم کی جائے، جو غیر سیاسی ہو۔ پھر ملک کے غیر سیاسی

دانشوروں کی ایک ٹیم چنی جائے جو اس دوران نیا نظام تشکیل دے۔ آج management sciences کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی اس شعبے کے بڑے بڑے عالم موجود ہیں۔ ہم پھر بھی الجھے ہوئے پرانے دستوری راستوں پر چلتے ہیں۔ صرف سیاسی نظام کا ڈھانچہ بدلنا ہی ضروری نہیں، حکومت کی مشینری اور محکموں کے قوانین اور کارکردگیاں بھی زیرِ جائزہ لانی ہوں گی، جس میں قانون نافذ کرنے والے اور ٹیکس سے متعلق ادارے نہایت اہم ہیں۔ پھر تمام چیزوں کی جڑ ہمارے کورٹ کے نظام میں ہے۔ اس نظام سے بھی اگر انصاف نہ ملے تو پھر کچھ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ اسے بھی سنوارنا ہوگا۔ انصاف کے جلد اور آسانی سے حصول کے لیے جج پر قدغن لگانی بھی ضروری ہے۔ اس کام میں کافی وقت لگے گا۔

شروع میں سیاسی نظام کا ڈھانچہ تیار کیا جائے، جس میں عوام کے وہ نمائندے ابھر سکیں جو اپنی قابلیت، صلاحیت اور کردار کی بنیاد پر حکمرانی کا حق رکھتے ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ الیکشن کا کوئی ایسا نظام بنے جس میں ایسے لوگ ابھر سکیں۔ جاگیرداری نظام کا خاتمہ، آزاد اور شفاف الیکشن کے نظام کا قیام، فوری فیصلہ کرنے کی electoral courts اور اس طرح کے تمام مضامین پر غور کیا جائے۔ دوسری ممالک کے نظاموں کا بھی جائزہ لیا جائے۔

اس دوران احتساب اور الیکشن کے متعلق اداروں کو مضبوط کیا جائے اور احتساب کا عمل شفاف طریقے سے کیا جائے۔ دانشوروں کی ٹیم انتظامی مشینری میں بہتری لانے کے لیے بھی کام شروع کرے۔

جب حکومت پانے پر انسان طاقتور ہو جاتا ہے تو طاقت کا غلط استعمال کرتا ہے، اور اگر اچھا انسان بھی ہو، تو سمجھتا ہے کہ ملک کی بہتری اسی میں ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ حکومت میں جو سب سے زیادہ سیاسی طاقت رکھتا ہو اس کا حکومت چلانے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ صرف ان اداروں کی سرپرستی کرے جو حکومت کے زور سے آزاد کام کرتے ہوں۔ ان میں وہ ادارے نہایت اہم ہیں جو حکومت پر نظر رکھیں۔ ہمارے یہاں حکمرانوں کو آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ یہ اہم بات ہے۔ اگر ایک شخص کے ہاتھ میں ساری طاقت آ جائے تو ہم وہاں پہنچ جائیں گے جہاں کل تھے۔ اور اگر ایک سے زیادہ کے ہاتھ میں بھی طاقت ہو اور وہ حکومت کو چلاتے ہوں، تو مل بانٹ کر کھانے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، جیسے آج ہے۔ ایک طاقتور نظر اور ہاتھ حکمرانوں پر رکھنا لازم ہے اور اس ہاتھ کا براہِ راست حکومت چلانے سے کوئی واسطہ نہ ہو۔

بہتر ہوگا کہ ملک کی یہ بڑی سیاسی طاقت رکھنے والی ہستی، جس نے قوم کی جانب سے حکمرانوں پر نظر رکھنی ہے، ایک شخصیت کے بجائے ایک council of elders ہو، جو مختلف قسم کے electoral system سے ابھرے، جس میں ملک کے ہر شعبے کی نمائندگی ہو، مثلاً اساتذہ، وکلاء، سرکاری ملازمین، صنعت کار، تاجران، کسان، مزدور، ڈاکٹرز، انجینئرز، افواج، وغیرہ وغیرہ۔ لوگ ووٹ اپنے شعبے کے اندر ہی دیں، ان کو جس کو وہ نسبتاً قریب سے جانتے ہوں۔ اس طرح یہ council of elders سیاست دانوں کی مرہونِ منت بھی نہیں ہوگی۔ اور ہر شعبے کی دانش بھی ان کے فیصلوں میں ظاہر ہوگی۔ ساتھ ساتھ ہر شعبے کے مفادات کا بھی تحفظ ہوگا۔ ان تمام موضوعات پر دانشوروں کی ٹیم غور کرے، پھر public debate ہو۔ اور جب نیا نظام تشکیل پا جائے تو اس پر قوم سے ریفرنڈم کے ذریعے اعتماد حاصل کیا جائے۔ یہ اصل قومی آئین ہوگا۔ اس کے بعد الیکشن کرا کر نئی حکومت تشکیل دی جائے۔ اس کام کے لیے شاید دو سے تین سال کا عرصہ درکار ہو۔

آج اللہ حالات کو ایسے موڑ پر لایا ہے کہ اب ہر دوسرا نظام انتہا پسند طاقتوں سے چیلنج ہوگا۔ اب صرف اسلام ہی میں ہماری بقاء ہے۔ یہی ہمیں جوڑ سکتا ہے اور یہی دہشت گردی کے ابلتے ہوئے لاوے کو اپنے اندر سمو کے ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ اسلام ہی میں ہمارا تحفظ ہے اور اسی میں ہمیں انصاف ملے گا۔ اصل اسلام، جس میں منافقت نہ ہو، جو محبت اور بھائی چارے کا پیغام دیتا ہو، جبر اور انتہا پسندی کا نہیں۔ کل کا پاکستان، ان شاء اللہ، اسلام کے مثالی نظام کا نمونہ ہوگا، اور دنیا دیکھے گی۔

ہم حوصلہ کریں تو کیا نہیں کر سکتے۔ کیوں ایسا نظام نہیں بنا سکتے جس میں ہم میں سب سے بہتر لوگ ہمارے اجتماعی مفادات کا تحفظ کریں۔ لٹیرے ہی ہم خود چن کر اپنے سروں پر نہ بٹھا لیں۔ کیوں ہم ڈر ڈر کر پرانے راستوں پر چلیں۔ ہم باکمال لوگ ہیں، ان دلدلی راستوں میں ڈوب کر لاجواب پرواز سے رہ گئے۔

26 جون 2011ء بروز اتوار دن گیارہ بجے

سیرت سٹڈی سنٹر سیالکوٹ میں

جناب مختار حسین فاروقی

ناظم اعلیٰ تحریک خلافت وصدر انجمن خدام القرآن جھنگ

"ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے

الداعی الی الخیر: تھنکرز فورم، سیالکوٹ

کالم آف دی ویک

ایک لاکھ نو مسلم گورے

اوریا مقبول جان

یہ لوگ شیعہ ہیں نہ سُنی، بریلوی نہ دیوبندی، وہابی نہ اہلِ حدیث، صرف اور صرف مسلمان۔ اسلام کی حقانیت پر صدقِ دل سے ایمان لانے والے اور اُس کی تعلیمات کو پڑھنے کے بعد اُسے قبول کرنے والے۔ ان کے آباء واجداد نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہ ہوگا۔ گورے، پکے گورے، جو صدیوں تک پاپائے روم، آسٹریا، سپین، روس اور انگلستان کی پاپائیت کے اسیر رہے۔ مدتوں ہماری طرح عیسائیت کے پچاس کے قریب گروہوں میں تقسیم رہے۔ جن کی حکومتوں پر ایک طویل عرصہ پادریوں کی احتساب عدالتوں کا رُعب چلتا رہا۔ جو جب چاہتے، جسے چاہتے مرتد قرار دے کر اُس کے وجود پر شیطانی ارواح کا غلبہ ختم کرنے کے لیے اُسے جلتے ہوئے آگ کے الاؤ میں پھینک دیتے۔ تمام عمر کے لیے قید خانوں میں ڈال دیتے۔ سائنس دان، فلسفی، شاعر، ادیب، افسانہ نگار سب کے سب ان کے ظلم وستم کا شکار ہوئے۔ آگ کے الاؤ کا ایندھن صرف انسان ہی نہیں بلکہ کتابیں تک بنتی رہیں۔ ہائیڈل برگ کی مشہورِ زمانہ آگ تو تاریخ کا حصہ ہے جس میں تمام لائبریریوں سے فلسفہ، سائنس اور ادب کی لاکھوں کتابیں جلتی رہیں اور کئی دنوں تک آگ پورے شہر کو روشن کرتی رہی۔ ایک دن تنگ آ کر انہوں نے مذہب کو اپنے کاروبارِ زندگی سے ایسے نکالا کہ بس اُس کی رسومات باقی رہ گئیں اور زندگی سائنسی اخلاقیات، جمہوریت اور انسانی حقوق کے سہارے بسر کرنے لگے۔ اکثریت کہے کہ ہم جنس پرستی جائز و برحق، لاکھوں نوجوان لڑکیاں بغیر شادی کے ماں بن جائیں تو انسانی حقوق کے تحت جائز۔ مذہب بس کرسمس اور ایسٹر کے دنوں میں کرسمس کا درخت سجانے، سانتا کلاز اور کیک وغیرہ تک محدود ہو گیا۔ یہ وہ بے روح معاشرہ تھا جس کا نوجوان دن بھر دفتری، کاروباری اور معاشی زندگی کا بوجھ اُٹھائے اپنی بے چین روح کو کبھی رقص کے کلب، شراب کی بار اور بگڑ گئے تو نشے کے جھونکوں میں تسکین دیتا۔ اس معاشرے پر تقریباً ڈیڑھ صدی ایسی گزری کہ دنیا کی مادی کامیابی کا تمغہ ہی زندگیوں کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھا جاتا رہا۔ بے چین اور مضطرب روحیں جن کے پاس نہ گھر بچا تھا سکون کے لیے اور نہ ازدواجی زندگی۔ ادھر مذہب میں کرسمس کے کیک، سانتا کلاز اور چند رسومات کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ لیکن ان سب لوگوں کے لیے اسلام بھی اتنا ہی اجنبی تھا، بلکہ یہ تو ایک خوفناک اور ہیبت ناک تصور رکھتا تھا۔ خونخوار مرد، پردے میں لپٹی ہوئی عورتیں، زنا پر سنگسار کرنے والے، چوری پر ہاتھ کاٹنے والے، بے رحم سفاک۔

اسلام کا یہی وہ تصور تھا جسے صلیبی جنگوں کے بعد عیسائی پادریوں اور پھر روشن خیال دانشوروں نے اپنی تحریروں سے ان لوگوں کو بتایا۔ ادھر برصغیر پاک و ہند سے جو مزدور پیشہ لوگ انگلستان گئے، ان کے پیچھے پیچھے شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث سب کے سب مولوی ان کے بلاوے پر وہاں جا پہنچے۔ برمنگھم شہر میں 160 مسجدیں ہیں لیکن کسی ایک کا دین کسی دوسرے سے نہیں ملتا اور کسی ایک کا چاند کسی دوسرے کے ساتھ آسمان پر برآمد نہیں ہوتا۔ ایسے میں گیارہ ستمبر آیا، خوفناک، سفاک اور ظالم مسلمان کی تصویر اور اُجاگر کی گئی، طالبان، دہشت گرد، امن کے دشمن، انسانوں کے قاتل، عورتوں کے لیے بے رحم۔ لیکن میرے اللہ کی تدبیر و حکمت بھی عجیب ہے۔ ادھر سارے کے سارے مسلمان ممالک بے غیرتی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے ہی بھائیوں کو دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر قتل کرنے لگے اور ادھر بے چین اور مضطرب روح رکھنے والے گورے نے اس ''خوفناک'' اور ''سفاک'' مذہب کی تعلیمات کا رُخ کر لیا۔ اکثر تو یہ دیکھنے چلے تھے کہ مذہب اس قدر غیر انسانی کیوں ہے؟ لیکن اللہ جب ہدایت کے دروازے کھولتا ہے تو قتل کی نیت سے جانے والے عمر بن خطابؓ کو پوری اسلامی تاریخ کا وہ انسان بنا دیتا ہے جس کے اصولِ حکمرانی پر مغرب بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

وہی انگلستان جہاں گورے ایسی آبادیوں سے کوچ کر جاتے تھے جہاں برصغیر اور افریقہ کے مسلمان آ کر رہتے تھے۔ وہاں گزشتہ سال یعنی 2010ء میں پانچ ہزار دو سو (5200) خالص انگریز نسل کے گوروں نے اسلام قبول کیا، یعنی روزانہ 15 انگریز مسلمان ہوئے۔ مزید شماریات کی زبان استعمال کی جائے تو ہر دو گھنٹے میں ایک گورے نے اسلام قبول کیا۔ یہ اعداد و شمار ایک برطانوی تھنک ٹینک "Faith Matters" نے شائع کیے ہیں۔ یہ حیران کن انکشافات سب سے پہلے سکاٹ لینڈ کے علاقے سے آئے جہاں مردم شماری کے دوران یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آپ بچپن میں کن مذہبی تعلیمات میں پروان چڑھے اور اب کون سے مذہب پر عمل پیرا ہیں۔ وہ حیران رہ گئے کہ 2001ء تک مسلمان ہونے والے 14200 لوگوں میں 8700 پکے انگریز تھے، 700 سکھ، 400 ہندو اور 4400 افریقی اور لاطینی امریکی تھے۔ یہ تو خطرے کی گھنٹی تھی۔ ابھی حیرانی اس بات پر تھی کہ گیارہ ستمبر ہوا ہے اور یہ کیا تماشا ہے۔ اُس وقت تک یہی تصور تھا کہ برطانیہ میں مسلمان تو باہر سے آتے ہیں، یہاں نوکریاں کرتے اور پھر آباد ہو جاتے ہیں۔ گورے تو گورے ہی رہتے ہیں، آزاد خیال۔ تھا بھی ایسے ہی، 2001 تک صرف 50000 کے قریب گوروں نے اسلام قبول کیا تھا اور صرف دس سال میں ان کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ وہی یعنی روزانہ پندرہ اور ہر دو گھنٹے میں ایک نسلی گورا مسلمان ہو رہا ہے۔

لیکن اس میں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ مسلمان ہونے والوں میں ستر فیصد خواتین ہیں اور ان کی اوسط عمر 27 سال ہے۔ ان نوجوانوں کی بے چین روحیں اور مضطرب دل انہیں اسلام کے قریب لے آئے۔ لیان علی نے کہا کہ میں ایک عام نوجوان گوری لڑکی کی طرح کلبوں میں جاتی، شراب سے غم غلط کرتی، کسی کو میں چھوڑتی، کوئی مجھے چھوڑتا۔ ہانہ تجیمہ جو 23 سالہ

فیشن ڈیزائنر ہے، اُس نے کہا میرے پاس دولت، شہرت، بوائے فرینڈ سب کچھ تھا لیکن میری روح بے چین تھی۔ شمالی لندن کی 26 سالہ ڈینی ہور سلے جو ایک ڈانس ٹیچر ہے، نے کہا، میں نے بے چینی میں ہر مذہب کی کتابیں پڑھ ڈالیں لیکن مجھے اسلام کی تعلیمات نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔ جنہیں کبھی انگلستان میں رہنے والے یقین نہیں کرتے تھے۔ پھر ان کے بڑے بڑے لوگ اسلام قبول کرنے لگے۔ سابق وزیراعظم ایسکوتھ کی پوتی، سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر کی سالی، ڈائریکٹر جنرل بی بی سی لارڈ برٹ کا بیٹا۔ ایک طویل فہرست ہے ان اعلیٰ خاندانی روساء کی جو سترہ ہزار کے قریب بنتی ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک اور اہم بات یہ کہ ان میں دو تہائی لڑکیاں ہیں، وہ کلمۂ طیبہ پڑھتے ہی پہلا کام حجاب پہننے کا کرتی ہیں۔ اس لیے کہ انہیں کوئی روشن خیال، انسانی حقوق کا علمبردار، حدود آرڈیننس کے خلاف آواز بلند کرنے والی این جی او کی سربراہ گمراہ نہیں کرسکتی، اس لیے کہ ان لوگوں نے پڑھ کر اور سمجھ کر اسلام قبول کیا ہے۔ یہ لوگ نہ شیعہ ہیں نہ سنی، وہابی ہیں نہ بریلوی، یہ قرآن خود پڑھتے ہیں، حدیث کا خود مطالعہ کرتے ہیں اور ان کا ہادیٔ برحق سید الانبیاء ﷺ ہے۔ انہیں کوئی طالبان کا نام لے کر ڈرا نہیں سکتا، کوئی انہیں دہشت گردوں کا ساتھی کہہ کر خوفزدہ نہیں کرسکتا۔ یہ ساری کہانیاں جانتے ہیں۔ انہیں سب معلوم ہے کس کے منہ میں کس کی زبان ہے کس کے ٹی وی پروگرام میں کس کا پیسہ بول رہا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

خاورین (کورس)

اعصابی جسمانی اور جوڑوں کے دردوں کی حیرت انگیز دوا

جوڑوں کا درد، لنگڑی کا درد، گھٹنوں اور کمر کا درد، اعصابی اور جسمانی دردیں، ورم، یورک ایسڈ کی زیادتی کا فوری اور مؤثر حل

100% ہربل

نوٹ: خاورین (کورس) کو ایک ماہ بلاناغہ استعمال کیجئے یقیناً آپ کو بہتر نتائج ملیں گے تو مزید کچھ عرصہ استعمال کرلیں۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ آپ اس اذیت ناک مرض سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے۔

مزید مشورہ کے لیے

حکیم حافظ سید محمد احمد (لاہور)

042-38477326/0332-8477326

آیئے! قرآن مجید سے نصیحت حاصل کریں

اِن شاءاللہ

کل وقتی

اہلیت انٹرمیڈیٹ

چودہ روزہ کورس

10 جولائی تا 23 جولائی 2011

زیر نگرانی ڈاکٹر عبدالسمیع

مضامین

تجوید	عربی زبان کا تعارف	قرآن حکیم کے منتخب مقامات
منتخب احادیث	بنیادی دینی موضوعات	روزمرہ کے مسائل
سیرت النبی ﷺ	قصص الانبیاء	اقبالیات

(نوٹ)
دوران کورس قیام وطعام ادارہ کے ذمہ ہوگا

مزید معلومات اور رجسٹریشن کیلئے

0321-7805614 041-8520869
Abuharoon@ymail.com

بمقام قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد